تقرن جاوس

شوقین جاسوس

پہلا باب

ایک عاشق نما معشوق

عشق اول در دل معشوق پیدا میشود
تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود

اس وقت شہر دہلی اپنی ترقی اور بہبودی کے لیے کارہائے نمایاں کر رہا ہے جو شخص آج سے دس سال قبل یہان تھا اب اگر دیکھے تو اغلب ہے کہ بہت مشکل سے اسکو امتیاز کرے گا۔ اسکے کثیر التعداد پست بھدے اور معمولی مکانات بڑے بڑے عالی شان عمارات۔ باغات اور مناظر مین مبدل ہو گئے ہین جس مقام پر زاغ و زغن کا نشیمن تھا وہان اب گنجان بازار اور پارک نظر آ رہے ہین میونسپلٹی کا معقول انتظام ہونے کی وجہ سے کو بکو لالٹین روشن ہین گو کہ ان کی لو ین روغن کی کفایت کی وجہ سے بہت ہی کم رکھی گئی ہین تب بھی گلی کے آنے جانے والا برابر نظر آتے ہین۔ اسوقت رات کا ایک بجا ہے ایام موسم۔

گرما ہین۔ دن بھر سو جلنے کے بعد شام سے کچھ ٹھنڈا ہوگیا ہے شہر دہلی کے تمام بازار بند ہو چکے ہین گلیون اور سڑکون پر ابتک ایسے آدمی چلتے پھرتے نظر آتے ہین۔ جو یا تو ریلوے کی ڈیوٹی پوری کیے یا کسی شاید بازاری کے کوٹھے پر سے اپنا منھ کالا کیئے آرہے ہین۔ راستون پر اکثر لوگ اپنے مکانون کے سامنے چارپائیون پر سوتے ہوے نظر آتے ہین۔ اسوقت ہماری نظر شہر دہلی کے ایک آباد محلہ کی گلی پر پڑتی ہے جہان کہ ایک نوجوان لڑکا مسہری پر لیٹا ہوا نہایت لطف وعیش کے ساتھ خواب استراحت مین ہے۔ اس چارپائی سے کچھ فاصلے پر دو ایک چارپائیان اور پڑی ہین جنپر کہ شاید اسکے خدمتگار سو رہے ہین وہ دیکھئے سامنے سے کون آرہا ہے ارے یہ تو چارپائی کے پاس آکر رک گیا اسکی پوشاک تو بہت کثیف ہین اور بسبب تاریکی کے شناخت بھی نہین کیا جاسکتا اسلیے ہمین جبکہ اسکے حرکات و سکنات پر نظر رسان ہونا چاہئے وہ دیکھئے اسنے سونے والے کے پیر کا انگھوٹھا پکڑ کر ہلایا۔

سونے والا (غنودگی مین) ہٹو بھائی۔

جگانے والا (جھٹکا دیکر) جناب۔

سونے والا۔ کیون تم کون ہو۔

جگانے والا۔ کیا ظہیر الدین آپ ہی کا اسم شریف ہے۔

سونے والا۔ ہان ہے تو مگر مطلب۔ تم کون ہو اور کس مصلحت سے یہان آئے ہو۔

اتنا کہکر ظہیر الدین کے دلمین کچھ مہیب اور دہشتناک جذبات کا اثر ہوا اور اپنی حفاظت کے لیے کچھ نہ پاکر نہایت ہوشیاری سے جوتے کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر اس شخص کو ملحہ خیال کرکے پھر خاموش ہوکر بیٹھ گیا اور پوچھا "ارے بھائی آخر تم کون ہو کچھ تو بتاؤ کہ مجھسے تمھاری کیا غرض ہے"

جگانے والا۔ جی نہین۔ غرض کا تو انکشاف خود بخود ہو جائے گا پہلے یہ بتایئے کہ کیا آپ مجھسے بالکل ناواقف ہین۔

ظہیر الدین۔ ہان ہان مین تم کو بالکل نہین جانتا (کچھ ڈرکر) فوراً بتاؤ کہ تم کون ہو ورنہ مین ابھی اپنے نوکرون کو ہوشیار کرتا ہون۔

جگانے والا۔ آپ اسقدر بدحواس کیون ہوتے ہین جب مین بتاؤنگا تو آپ

خود جان جائیے گا مگر یہ تو بتائیے کہ آپ ظہیر الدین ہی ہین نا۔

ظہیر الدین ۔ (بتاؤں گی کی لفظ سے چونک کر) تو کیا تم عورت ہو۔ ہین تو ظہیر الدین ہون مگر تمھارا نام۔

جگانے والا ۔ کیا بتاؤن کہ میرا کیا نام ہے کنیز۔ کو شمیمہ کہتے ہین کیا آپ نصیر الدین خان کو جانتے ہین۔

ظہیر الدین ۔ کون نصیر الدین جو چوک ہین سوداگری کا کام کرتے ہین۔

شمیمہ ۔ جی ہان وہی۔

ظہیر الدین ۔ یہ آپ نے کس لیے دریافت کیا۔

شمیمہ ۔ اچھا اور آپ عبد الرؤف کو بھی جانتے ہین جنکا مکان کہ نیا بنا ہے اور اکثر آپ انکے کوٹھے پر بھی جایا کرتے ہین۔

ظہیر الدین ۔ آہاہ تو آپ مجھ کو جانتی ہین۔ عبد الرؤف تو میرے بڑے دوست ہین مگر ان سب باتون سے آپ کا منشا جو کچھ آپ کو کہنا ہے جلدی سے کہئیے یہان بر سر راہ کھڑے ہو کر اور خصوصاً اس وقت گفتگو کرنا میرے اور آپ کے لیے باعث شرم ہے دوسرے یہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو کیا خیال کرے گا مین آپ کو مطلق نہین پہچانتا آپ یہ فرمائیے کہ اس تشریف آوری کا مطلب کیا ہے؟

شمیمہ ۔ آہ کیا بتاؤن کہتے شرم آتی ہے یہان بات کرنا مصلحت نہین اسلیے براے کرم اگر کسی تخلیہ کی جگہ چلئیے تو زیادہ انسب ہوگا۔

ظہیر الدین (کچھ سوچکر) تخلیہ۔ اچھا دیکھئیے مین کچھ ترکیب کرتا ہون تمھاری باتین تو بڑی پیاری معلوم ہوتی ہین۔

یہ کہکر ظہیر اٹھتا ہے اور نہایت ہی خاموشی کے ساتھ دروازہ کھول کر شمیمہ کو اندر بلا لیتا ہے۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد

ظہیر الدین ۔ دیکھئیے زیادہ بیٹھنے کی ضرورت نہین ہے یہ بتائیے کہ آپ کو کیا شے درکار ہے اور آپ رہتی کہان ہین؟

شمیمہ ۔ کیا جو کچھ مجھے درکار ہے آپ وہ میرے لیے مہیا کرین گے۔

ظہیر الدین ۔ ہان اگر میرے پاس ہے تو حاضر ہے۔

شمیمہ۔ جی ہاں آپ کے پاس ہے۔
ظہیرالدین۔ کیا ہے مجھے بتایئے تو۔
شمیمہ ۔ دل ۔
ظہیرالدین۔ پیاری شمیمہ مین تو اپنا دل تمھین دینے کو تیار ہون مگر تم بھی اپنا دل دینے کے لیے راضی ہو۔
شمیمہ۔ میرے پاس دل کہان وہ تو پہلے ہی آپ کے تیر مژگان کا شکار ہو گیا۔
ظہیرالدین۔ مین نے تو آج سے قبل کبھی تمکو دیکھا بھی نہین دل لینا کیسا۔
شمیمہ۔ یاد کیجیے جب آپ عبدالرؤف کے کوٹھے پر جاتے تھے تو مین اپنے مکان کے صحن سے آپ کو اکثر مشتاق نگاہون سے دیکھا کرتی تھی مگر آپ ایسے بے مروت ہین کہ میری جانب سے رخ زیبا کو پھیر لیا کرتے تھے مین نے تو اپنا دل تبھی آپ کی نظر کر دیا۔
ظہیرالدین۔ شمیمہ مین تمکو دیکھکر اپنی نگاہون کو ضرور پھیر لیا کرتا تھا مگر صرف اس خیال سے کہ تم ایک مسلمان کی لڑکی ہو کہین مین گنہگار نہ ہو جاؤن۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ کیسے جانا کہ مین ہی ظہیرالدین ہون تم تو بڑی ہمت ور معلوم ہوتی ہو۔
شمیمہ۔ پیارے ظہیر جب سے تمکو دیکھا ہے تمھارا ہی دھیان صبح و مسا رہتا ہے تمھارے پیچھے میرا خواب و خورنشت و برخواست اور تمام لطف جاتے رہے بس مہترانی سے آپکے پتہ دریافت کیا اتفاق سے وہی آپ کے بھی ملازم ہے اسطور سے مینے آپ کا پتہ بڑی آسانی سے دریافت کر لیا اور اپنی جان پر کھیل کر یہان تک آئی لیکن اب مجھے جانے دو۔
ظہیر۔ کیا تم جاتی ہو کیسے کہون کیونکر اجازت دون سے

مر کے بھی ہوتا نہ مین حسن کی سرکار جدا
مجھ سے کرتا ہے مجھے چرخ ستمگار جدا

مگر اچھا جا سکتی ہو مگر یہ تو بتاؤ کہ پھر کب آؤ گی۔
شمیمہ۔ ایک۔ دو۔ تین۔ ارے تو تین بج گئے اب مین جاتی ہون۔
ظہیرالدین۔ اچھا پیاری رخصت مین تمھین تمھارے وعدہ پر مجبور کیا نہ دیتا ہون کہ سے

جاؤ سدھارو میری جان تم بہ خدا کی ہوا مان
بچھڑے ہوئے ملیں گے پھر قسمت نے گر ملا دیا

یہ شعر پڑھکر ظہیر نے شمیمہ کا بوسہ لیا اور نہایت ہی حسرت و یاس سے اسکو وداع کیا اور جب تک وہ سامنے سے اوجھل نہ ہوتی ادھر ہی دیکھتا رہا۔

دوسرا باب

یاران طریقت

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا
جسطرح کا بھی کسی مین ہو کمال اچھا ہے

ظہیر الدین ایک اعلی خاندان کا شریف و نیک خلیق حلیم لڑکا تھا اس کا باپ وحید الدین ایک بڑا تعلقدار تھا خدا نے بفضلہ تعالی سب کچھ دے رکھا تھا دوسرے شہر کے اکثر بڑے بڑے ٹھیکہ زیادہ تر اسی کے اہتمام سے انجام پذیر ہوتے تھے وحید الدین کی بیوی بہت ہی نیک اور سیدھی سادھی ایک تعلقدار کی لڑکی تھی اور اپنے بیٹے ظہیر الدین کو بہت چاہتی تھی اوسی کی جد و جہد سے ظہیر الدین نے انٹرنس تک تعلیم بھی حاصل کر لی تھی گو باپ کی رائے انگریزی پڑھانے کی نہ تھی ظہیر الدین کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی جو شمائل کے نام سے ملقب تھی ظہیر سے اسکو بڑی محبت تھی وحید الدین کا تعلقہ گو دوسرے ضلع مین تھا لیکن ٹھیکہ وغیرہ کی وجہ سے اب شہر دہلی مین دائمی قیام ہوگیا تھا ظہیر الدین نے اب پڑھنا چھوڑ دیا تھا لیکن اپنے کمرے مین ڈرائنگ۔ پنٹری کا شوق پورا کیا کرتا تھا کیونکہ اس سے اسکو بڑی دلچسپی تھی شہر دہلی مین اسکے تمام دوست ہوگئے تھے جو اسکے اچھے اخلاق کی وجہ سے اکثر ان کے کمرے مین بیٹھکر خوش کیا کیا کرتے تھے ناظرین یہاں پر ہم اپنے ہیرو کے کمرے کا تھوڑا سا حال تحریر کرتے ہین ظہیر کو اپنا کمرہ آراستہ کرنے کا بہت شوق تھا بڑی بڑی دلفریب تصاویر جسمین سے

اکثر خود اسکی صنعت کے نمونے تھے کمرے مین آویزان تھین بڑے بڑے آئینے جو نہایت
حسن و خوبی سے بنائے گئے تھے زیب دیوار تھے برقی روشنی کی اسنے بہت کوشش کی
لیکن چونکہ بجلی ان کے مکان سے بہت دور تھی اسلیے اسکے لگوانے سے قاصر رہا مگر پھر
بھی اسنے اپنے کمرے مین ایسے نفیس اور خوشنما جھاڑ و فانوس لگا رکھے تھے جس سے
کمرے کی زینت دوبالا ہوتی تھی چھت مین کاریگرون نے ایسی خوبصورتی سے گلکاریان
بنائین تھین کہ دیکھنے سے چمنستان کا منظر معلوم ہوتا تھا اس مین جھلکتے ہوے قمقمے
نجوم سقف فلک کی تمثیل دیتے تھے کمرے کے وسط مین ایک مدور میز رکھی تھی جسپر ایک
اعلی درجہ کا نہایت عمدہ میز پوش پڑا ہوا تھا اور اسپر ایک گلدستہ رکھا تھا میز کے چہار
جانب بریلی کی خوبصورت کرسیان جو اس نے خاص اہتمام سے بنوائی تھین رکھی تھین
کمرے کے دروازون پر خس کی ٹٹیان لگی ہوئی تھین جنکی آبپاشی کے واسطے نوکر معمور تھے
کمرہ کا فرش گو سنگ احمر اور سنگ موسا جیسے بیش قیمت پتھروں کا بنا تھا لیکن بصرہ کے
قالینون سے پوشیدہ تھا ایک اعلی درجہ کی رنسو نیا میڈ کلاک بھی لگی تھی غرضکہ کمرہ کی زیبائش
و آرایش دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اب ہم ناظرین کو گذشتہ شب کی صبح کا حال بتاتے ہین۔ ظہیر ابھی تک سو رہا ہے
رات کی بیداری کی وجہ سے اسکی نماز فجر بھی قضا ہو گئی اور اب تک سو رہا ہے وہ دیکھیے
انکے دوست عبدالرؤف صاحب تشریف لا رہے ہین۔

عبدالرؤف۔ اف آج ابھی تک حضور سو ہی رہے ہین (پیر ہلا کر) قبلہ اٹھو۔

ظہیر۔ (کسمسا کر) ہان یار خدا اسوقت نیند خوب آ رہی تھی مگر تم نے جگا دیا۔

رؤف۔ آخر کیون۔ روز تو بہت ہی سویرے اٹھتے تھے آج معمول کے خلاف کیا۔

ظہیر۔ کچھ نہین یونہین۔

رؤف۔ آفاہ بشرہ چہرہ دون سے دھوکا معلوم دیتا ہے کہ کل جناب اکیلے ہی ٹہلکر تشریف لے گئے تھے!!

ظہیر۔ نہین تمہاری جان کی قسم عبد! رؤف تجھسے نہین کہا اگر کیا بتاؤن گو قابل اظہار
نہین ہے لیکن تجھسے یہ نہین ہو سکتا کہ تم سے اس بات کو پوشیدہ رکھون۔

رؤف۔ کہیے کہیے [illegible] ۔ ۔ ۔

اثنائے گفتگو مین ظہیر کے دوست مسٹر شفیع و انور بھی آجاتے ہین۔

دونو۔ السلام وعلیکم۔

شفیع۔ ابھی تک چارپائی نہین چھوڑی۔

انور۔ نہین چارپائی نے انھین نہین چھوڑا۔

رؤف۔ دونو کی طرف مخاطب ہوکر ادھر بیٹھو تو دیکھو یہان کیا معاملہ ہے۔

دونو۔ معاملہ؟ کیسا معاملہ۔

ظہیر۔ بیٹھ جاؤ بتاتے ہین۔

انور۔ اچھا تو پھر جلدی سے بتاؤ۔

ظہیر۔ ٹھرو بھائی ذرا منھ ہاتھ دھولین تو ٹھیک سے اندر بیٹھ کر سنائین۔

شفیع۔ ارے یار منھ پیچھے دھونا مگر پہلے بتاؤ۔

ظہیر۔ اگر ایسا ہی اسرار ہے تو بندہ بھی تیار ہے ؎

ابتدا سے ہم کہین اب داستان عشق
آخر شب فراق کی تو انتہا نہین

یہ شعر پڑھنے کے بعد اس نے رات کا سارا قصہ حرف بحرف کہہ سنایا اور پھر پوچھا کہ دوستو بتاؤ آپ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

عبدالرؤف۔ زہے نصیب جناب کرنا کیا چاہئے مفت جلیبیان اڑائیے۔

ظہیر۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

رؤف۔ مطلب۔ مطلب یہی ہے کہ جال بچھا ہے چڑیا پھنسائیے اور مزے اڑائیے۔

ظہیر۔ اہا ہا تو کیا اس کی محبت کا یہی بدلہ ہے۔

رؤف۔ جناب ایسی محبت چوک مین بھی کیا کرتی ہین اہا ہا آپ سمجھتے ہین مجھ پر عاشق ہے اجناب روپیہ والے کو سبھی باپ بناتے ہین مگر غریب سے ابا کہلانے کو بھی کوئی راضی نہین ہوتا۔

ظہیر۔ تم کیسے کہتے ہو کہ وہ جھوٹا عشق جتاتی ہے کیا تم روپیے والے نہین ہو کیا تم حسین و خوش رو جوان نہین ہو۔ پھر اسنے مجھے تمھارے یہان دیکھا۔ وہ پھر کیون نہ عاشق ہوگئی آپ تو عاشق مزاج بھی ہین۔ تو پھر اسکو یہان آنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا آپ سے

دل نہین لگا سکتی تھی۔
شفیع۔ مسٹر ظہیر تم ٹھیک کہتے ہو ضرور اسکو آپ سے محبت ہے ورنہ عورت ہوکر اسے آپ کے پاس اپنے گھر سے اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی۔
رؤف۔ یہ کوئی بات نہین وہ ضرور ایک فاحشہ عورت ہوگی ورنہ ایک پاکباز و باعصمت عورت کی اکیلے آنے کی بھی ضرورت نہین۔ یہ تو طوائفون کا کام ہے۔
ظہیر۔ بس جناب بس۔ اب بیکار ایک معصوم عفت شعار لڑکی کی شان مین ایسے گندے الفاظ نہ نکالیے کیا مین نے دنیا نہین دیکھی۔ مین بھی کھوٹا کھرا پہچانتا ہون اس کی باتین ہرگز ہرگز کسی خراب عورت کی سی نہ تھین بلکہ اسکی تقریر سے شرم و لحاظ شرافت وعظمت ٹپکتی تھی۔
انور۔ جناب آپ لوگ بیکار بحث کرتے ہین ابھی دیکھتے کہ ابھی وہ پھر آتی ہے یا نہین اسکی جھوٹی و سچی محبت کا اندازہ بہت جلد ہو جائے گا یہ جھگڑا طول بڑھانے سے کچھ فائدہ نہین۔ مگر دوست ظہیر اتنا تو مین بھی کہونگا کہ ہم بڑے قسمت ور ہو لوگ در در کی ٹھوکرین کھانے پر بھی ناکامیاب رہتے ہین۔ خدا نے تو تمھین مفت ہی ایک معشوق دے دیا۔ بھلا خوبصورت بھی ہے یا نہین؟
ظہیر۔ جناب عاشقی معشوقی کیسی یہ تو ہمارے مذہب مین جائز ہی نہین۔ ہان اگر ممکن ہوا تو مین ضرور اسکو اپنی باقاعدہ بیوی بنا کر رکھونگا اس کی صورت بڑی بھولی و خوبصورت ہے میرے دل مین تو بس وہی بس گئی ہے۔
رؤف۔ (ہنسکر) اوہ جناب کی نیت بھی اسی کی طرح ڈانواڈول ہو گئی کیا آپ کے خاندان مین اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی نہین ہے جو آپ شمیمہ سی کم خاندان لڑکی سے عقد کرنے کو تیار ہین۔
شفیع۔ آج تم کیسی باتین کر رہے ہو دل سے دل کو راہ ہوتی ہے خاندان اور غیر خاندان کیا کیا وہ مسلمان نہین؟
رؤف۔ جناب مسلمان کیون نہین لیکن چاول سب ایک ہی میل کے نہین ہوتے ذرا غور کیجئے رنگونی دال کے اور باسی گوشت کے ساتھ کھاتے جاتے ہین اسیطرح ہزارون مثالین ہین مگر ہر کام دنیا مین میل جول سے اچھا ہوتا ریشم کے کپڑے مین

تول کی گوٹ کسقدر بد نما معلوم ہوتی ہے۔
ظہیر۔ میان رؤف تم نے مثال تو دی لیکن میرے قیاس مین مذہب اسلام مین اسکی کوئی قید نہین۔ اگر ہے تو یہ کہ بس کلمہ پڑھتی خدا رسول کو مانتی ہو۔
عبد الرؤف۔ واہ جناب واہ کیا کسی چمار کی لڑکی مسلمان ہوکر کسی رئیس کی بیوی بننے کے قابل ہوسکتی ہے ؏

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہان تم اور کہان نشیمہ۔
شفیع۔ اجی میان رؤف اسلام مین تو رئیس و غریب مین کی کوئی تشخیص نہین بادشاہ سے لیکر غریب تک سب ایکسان خیال کیے جاتے ہین پھر ایسی حالت مین اسکو بیوی بناتے ہوے کیا کلام ہوسکتا ہے لیکن ہان اگر اپنا دل بھی اس سے راضی ہو۔ یون تو نہ ماننے کی بات ہی اور ہے آج کل مسلمانون نے زیادہ تر وہ باتین جو اس کی ترقی کا باعث تھین بالکل چھوڑ ہی دین حضرت رسول اللہ صلعم سب لوگون کو برابر بیٹھکر مشورہ کرتے تھے آج کل کی بادشاہ تو تھوڑی ہی سی سلطنت پر سکونے وجواہرات کے عالیشان تختون پر بیٹھتے ہین۔
عبد الرؤف۔ مگر آج کل ایسا نہین ہوتا ہے جو سب کرتے ہین ہمکو بھی وہی کرنا چاہتے کیا ہمارے اکیلے نہ کرنے سے یہ خامی پھر پوری ہوسکتی ہے آپ نے سنا نہین کہ غلط العام صحیح کہا جاتا ہے۔
شفیع۔ آپ ہی کے سے پست خیال آدمیون نے آج مذہب اسلام کو اسقدر کمزور بنا دیا ورنہ آپ جانتے ہین کہ یہ ہمیشہ ویسی ہی ترقی کرتا رہتا جیسے کہ پہلے کی تھی آپ لوگ اسکے اوپر چڑھنے کی کوشش نہین کرتے بلکہ اسکے زینون کی سیڑھیون کو خود ہی توڑتے جاتے ہین آہ افسوس جب آپ لوگون کے یہ خیال ہین کہ ایک نیچے خاندان کی لڑکی کی شادی کسی اونچے خاندان کے لڑکے سے نہین ہونا چاہتے تو بھلا وہ عورت جو کہ کسی دوسرے مذہب کی ہو اور اسلام لے آتے ہرگز کسی طرح بھی آپ لوگون کی بیوی بنے کے قابل نہ ہوگی بھلا بتاؤ تو کہ آخر وہ لوگ جو کہ اسلام قبول کرتے ہین کس لیے صرف اس مذہب کو اچھا اور بالکل سیدھا سادھا پاک صاف دیکھکر ہی وہ مسلمان

ہو جاتے ہین مگر اگر ہم لوگون کی بھی حالت ہے تو خدا ہی خیر کرے آپ خود ہی میری بات کا فیصلہ اپنے دل مین کیجئے کہ آیا مین صحیح کہتا ہون یا نہین پھر آپ کو معلوم ہے کہ حضرت رسول خدا کے کے بیویان اور کس کس خاندان کی تھین بیسنتے ہوئے بولتے کیا ہم لوگ ان سے زیادہ شرافت کا دعویٰ کر سکتے ہین۔

رؤف۔ آہاہ جناب نے تو پورا وعظ ہی بیان کر دیا۔

شفیع۔ نہین مین وعظ نہین کہتا ہون نہ کوئی عالم یا مولوی ہون مگر جو بات مجھے معلوم تھی کہدا کیا کہون رؤف مین روز سوچتا ہون کہ مسلمانون کو کیسے سمجھاؤن اس کا نتیجہ ایک اندھا ہنسا جاتا ہے جیسے تم ہی مجھ سے ناراض ہو رہے ہو۔

رؤف۔ حضرت محمد صاحب کی برابری اور ہم لوگ۔

شفیع۔ اجی حضرت اسلام مین جو قانون بنائے گئے ہین وہ تا قیامت گھٹ بڑھ نہین سکتے اور پھر وہ بات کرنا جو ہمارے حضرت نے کی تھی سنت ہے پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے جو ہم اسپر عمل نہ کرین۔

عبدالرؤف۔ اچھا جناب مین جیتا آپ ہارے بس [اس پر لوگ ہنسنے لگے]

انور۔ خیر جناب اس جھگڑے کو کسی آئندہ وقت پر اٹھا رکھئے۔

ظہیر۔ ٹھنڈی سانس بھر کر دوستو مین سمجھتا تھا کہ تم لوگ ضرور میرے قصہ غم مین شریک ہو کر میری دلجوئی کروگے مگر تم لوگون نے تو مباحثہ چھیڑ دیا خیر یہ بھی اچھی بات تھی۔

اتنے مین دوپہر ہو گئی اور نوکر کھانا لایا ظہیر میان کو بھوک تو نہ تھی مگر دوستون کے لحاظ سے تھوڑا بہت کھا لیا اس کے بعد میان رؤف نے کہا۔

عبدالرؤف۔ اچھا ہان جناب خوب یاد آئی پرسون میری بہن کی سالگرہ ہے۔ والدہ صاحبہ کو تو آپ لوگ جانتے ہین کہ ناچ و رنگ سے بالکل خلاف رہتی ہین اور میرا جی چاہتا ہے کہ کم سے کم ایک مجرا تو ضرور ہو بھلا آپ لوگون کی کیا رائے ہے۔

شفیع۔ اچھی بات ہے ذرا طبیعت ہی بہلے گی۔

رؤف۔ مگر جناب میرے خیال مین ناچ کے لیے اس کمرے سے بڑھ کر دوسری جگہ کیا ہوگی۔ کیون ظہیر صاحب کچھ حرج تو نہین ہے؟

ظہیر۔ واہ بھائی واہ شوق سے تمھارا ہی گھر ہے۔
شفیع۔ اور گانے کے لیے کون صاحبہ تشریف لاوین گی۔
رؤف۔ جنکو آپ لوگ کہین بلا لیا جاوے۔
انور۔ جناب یہ کام تو لڈن صاحب کے سپرد ہونا چاہئے اسلئے اکثر طوائفون سے راہ و رسم بھی ہے مگر آج وہ ابھی تک آئے کیون نہین۔
رؤف۔ ہان واللہ اعلم کیا بات ہے جو آج ابھی تک تشریف نہین لاتے ورنہ اسوقت تو ضرور آجاتے تھے۔
شفیع۔ کہین کسی کام مین پھنس گئے ہونگے۔

ابھی یہ باتین ہو ہی رہین تھین کہ میان لڈن صاحب ایک اعلی درجہ کا چست پائجامہ و جامدانی کی اچکن پمپ شو جوتی پہنے ہوئے چرمر کرتے ہوئے تشریف لائے اور سلام علیکم کرکے ایک طرف بیٹھ گئے۔ جس کا کہ سب لوگون نے جواب دیا لڈن صاحب نے بیٹھتے ہی اپنی پتلی ٹوپی جیسی کہ اکثر لکھنؤ کے نواب لوگ پہنا کرتے ہین اتار کر رکھدی جس سے کہ انکے بالون کی مانگ دکھائی پڑنے لگی۔
رؤف۔ واہ میان لڈن بڑی عمر ہے ابھی آپ کی یاد ہی ہو رہی تھی۔
لڈن۔ میرے نصیب ایسے کہ آپ صاحبان یاد فرماوین۔ خیریت تو ہے کوئی کام تو بندہ کے قابل نہین ہے۔
ظہیر۔ جناب کو اسقدر دیر کیون ہوئی کہان تشریف لے گئے تھے۔
لڈن۔ بس جناب یہ نہ پوچھئے آج کئی دن ہوئے کلکتہ سے ایک طوائف یہان آئی ہے تمام شہر مین اس کا چرچا ہے واللہ خوب گاتی ہے مجھے تو یقین ہی نہ تھا مگر آج معلوم ہوا کہ حقیقتاً تعریف اصلیت سے کم تھی اور گانے کے ساتھ ہی خدا نے حسن و صورت بھی ایسی دی ہے کہ ہزارون فریفتہ ہین۔

وہ صورت ہے کہ جسکو دیکھکر حوریں بھی شرما ئین
وہ شمع ہے ہزارون دیکھکر پروانہ ہو جائین

رؤف۔ امان تمنے تو تعریف کے پل ہی باندھ دیئے۔
لڈن۔ اچھا بھائی یونہین سہی اگر دیکھو تو تم بھی میری طرح چوکڑی بھول جاؤ۔

ظہیر۔ بھلا اس کا نام کیا ہے؟
لڈن۔ ارے یار نام تو سب سے زیادہ غضب کا ہے مہ پارہ۔
شفیع۔ خوب۔
انور۔ نہ ہو تو مجرے مین اسی کو طلب کرو۔
لڈن۔ ہان دیکھا مزا آجائیگا۔ مزا۔ دل قابو سے نہ نکل جاتے تو ہمارا ذمہ۔
رؤف۔ تو جناب یہ (کچھ نوٹ دیکر) بیعانہ دیکر انھین پرسون شام کی دعوت دیدیجئے گا۔
لڈن۔ بہتر ہے۔

اب سب لوگ تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد سلام کرکر کے اپنے اپنے مکان جانے مین اور میان ظہیر اپنے کمرے مین بیٹھ کر کچھ سوچنے کے بعد ایک آرام کرسی پر لیٹ جاتے ہین اور دل ہی دل مین خیال کرتے ہین آہ کیا پیاری صورت تھی اس کی ایک ایک ادا میرے دل سے ایک لحظہ بھر کو بھی فراموش نہین ہوئی ہے، اسکی صورت ہر دم نگاہون کے سامنے پھر رہی ہے اسکی دلفریب آواز میرے کانون مین اب تک گونج رہی ہے اس کا ظہیر الدین کہکر پوچھنا مجھے ابتک یاد ہے یا اللہ پھر وہ موہنی صورت دیکھنے کو ملیگی یا نہین آہ گر وہ مجھے محبت نہ بھی کریگی تب بھی مین اپنا دل اس سے لگاؤنگا مگر دل اب کہان وہ تو رات ہی کو شمیمہ لے گئی مین امیر ہون وہ غریب و بیکس ہے کیا مین اسکو نہین پا سکتا نہین پاؤنگا اور پاؤنگا مگر کیا میری دولت اسکے دل کو بھی پھیر سکتی ہے ہرگز نہین کبھی نہین دل کے جذبات کا انحصار دولت پر نہین ہوا کرتا بلکہ وہ صرف محبت ہی ہے جو دل کو پھیر دیتی ہے، مگر عورت کا کیا اعتبار پھر ہے تو عورت ہے اسے سورج تو جلدی سے اپنی مسافت طے کرتا کہ شام ہو اور وہ پری رو نظر آتے کل تو مین اس سے شرم اور رعب حسن کی وجہ سے ٹھیک بات بھی نہ کر سکا۔

وصل کا کل اس پری سے ہوکے سامان رہگیا
شرم ہو تیرا برا دونون کا ارمان رہ گیا

آہ ظہیر یہ تیرے دلکو کیا ہو گیا تو تو اپنے کو نہایت پاکباز شریف اور نیک خیال

کرتا تھا آج شمیمہ کی ایک آن واحد کی محبت نے تجھکو ایسا بے خود کر دیا کہ تو اپنی شرافت نجابت اور عزت کو خیر باد کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے کیا تو اس کو پائے گا نہیں ہرگز نہیں بڑی مشکل ہے مگر دیکھا جائے گا ؎

شکست وفتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

تیسرا باب

قدیم شناسائی

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

شمیمہ کی سگی ماں مر چکی تھی اسکے بعد باپ نے ایک بیوہ عورت سے نکاح پڑھایا تھا جسکے کہ ایک لڑکا بھی تھا اسکا نام بنے تھا شہر دہلی کے غنڈون - لچون اور اوباشون مین اس کا شمار کیا جاتا تھا رنڈی بازی اور شراب نوشی کے علاوہ اسکے لیے دوسرا کام ہی نہ تھا ماں کا لاڈلا بیٹا تھا اسلیے باپ کی تنخواہ کا بڑا حصہ وہ انھین شغلون مین اڑا دیتا تھا بنے کی ماں نے بڑی کوشش کی کہ امتیاز الدین زیورات کا وہ بکس جو شمیمہ کے پاس تھا کسی طرح اس سے لے لے مگر امتیاز الدین کسی طرح راضی نہ ہوئے پر خاموش ہو کر بیٹھ رہی لیکن اس کا اسکو بہت بڑا افسوس تھا - ایک دن میان عبد الرؤف صاحب فٹن پر آ رہے تھے کہ بنے نے دور سے سلام کیا عبد الرؤف نے فوراً فٹن روک لی - مگر سمجھ مین نہین آتا کہ مسٹر عبد الرؤف سے کیا ظہیر و شفیع ایسے دوستون کے ساتھ ہی بنے کے ایسے لچونسے بھی ملاقات ہے - اچھا سنیئے تو -

عبد الرؤف - ذرا جناب یہان تشریف لاتے آپ تو صورت بھی نہین دکھاتے -

بنے - جناب مجھ سے غریبون کو کون پوچھتا ہے اگر آپ بندے کو یاد کرتے تو ضرور

حاضر ہوتا۔ مگر یہ بتائیے کہ سب خیریت تو ہے؟

رؤف ۔ ہان ہان سب خیریت ہے مگر مجھے تم سے ایک اہم معاملہ مین گفتگو کرنا ہے آؤ بیٹھ جاؤ گھر چلین تو وہان ٹھیک سے بات چیت ہو گی۔

"دونون گاڑی مین بیٹھ کر گھر پہونچے"

عبدالرؤف صاحب بھی بڑے رئیس آدمی تھے گو ابھی شادی نہ ہوئی تھی مگر باپ نے جہان فانی سے رحلت کی تھی مان اور بیٹے دونون کو عرصہ تک اسکے مرنے کا غم رہا بعد کو حسب معمول بھول گیا۔ اب ساری جائداد کا مالک عبدالرؤف ہی تھا اس لیے ظہیر الدین سے بڑی دوستی تھی اور زیادہ تر اسی کے یہان رہا کرتا تھا گو عبدالرؤف کی کوٹھی ایک بڑے پیمانہ کی انگریزی فیشن حال کے مطابق مین تھی مگر وہ بالکل سونی نظر آتی تھی نہ تو اسکے کمرے مین کچھ سامان آرائش تھا نہ اسے اس کا شوق ہی تھا۔ صرف تھوڑی سی کرسیان آنے جانے والون کے لیے بڑی تھین اسوقت بھی رؤف و بنے انھین کرسیون پر بیٹھے باتین کر رہے ہین۔

عبدالرؤف ۔ کہو جی آجکل تمھاری بہن شمیمہ کہان ہین اور کیسی ہین۔

بنے ۔ میرے چچا کے یہان اسی محلے مین رہتی ہین۔

رؤف ۔ کیون تمھارے ساتھ مین کیون نہین رہتین کیا تمھارے باپ کا گھر نہین ہوتا؟

بنے ۔ ہان کچھ ایسا ہی قصہ ہے۔

رؤف ۔ اس کی تو اب شادی بھی ہو گئی ہو گی کیونکہ اب تو وہ ۱۸ یا ۱۹ سال کی ہو گی۔

بنے نہین ابھی تک تو نہین ہوتی مگر اب ہونیوالی ہے۔

رؤف ۔ کس کے ساتھ۔

بنے ۔ اسی خاکسار کے ساتھ۔

رؤف ۔ کیا تم اس کے ساتھ شادی کر دگے وہ تو بڑی فاحشہ عورت ہے۔

مصنف ۔ کیا جناب بنے صاحب بھی آدھ گھر دیے کم ہین۔

بنے ۔ یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔

رؤف۔ اس سے آپ کو کیا مطلب جو بات تھی مین نے بتا دی۔

بنے۔ ارے مجھے تو شادی کی کچھ ضرورت ہی نہین ہے مگر والدین کی زبردستی سے کیے لیتا ہون میرے پاس ایسی تمام بیویان ہین مگر یہ تو بتایئے کہ یہ بی شمیمہ صاحبہ کیسی ہین۔ کیا کسی سے پھنس ہین ہا ارے میرے تو بیاہ کے بھی تھوڑے سے ہی دن ہین۔

رؤف۔ مین آپ کو بتا نہین سکتا لیکن دکھا سکتا ہون۔

بنے۔ واہ یار واہ یہ تو خوب کہی کھٹی چڑیا اور دودو۔ مگر پھر کب

رؤف۔ آج ہی رات کو تم یہان آنا اور سارا تماشا اپنی نظر سے دیکھ لینا۔

اسکے بعد میان بنے کچھ سوچکر ہنستے ہوے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوے اور رؤف صاحب ظہیر الدین کے مکان پر پہونچے ظہیر الدین اپنے خیالات کی محویت مین عبدالرؤف کو دیکھ بھی نہ سکا۔

رؤف۔ کیون جناب بھلا اب شمیمہ کے آگے مجھے کیون پوچھئے گا۔

ظہیر (چونکر) یہان آؤ میان رؤف بیٹھو۔

رؤف۔ کیا خیالات دلمین گذر رہے ہین۔

ظہیر۔ نہ پوچھو اللہ عالم ودانا ہے جو دل کی کیفیت ہے جس بادہ جانتا ہے یا مین سے

فراق مین اسی پردہ نشین کے آج نسیم
گذر رہی ہے جو دل پر بتا نہین سکتے

رؤف۔ جناب من تھوڑے ہی دنون مین آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ آپ سے سچی محبت کرتی ہے یا جھوٹی۔

ظہیر۔ کیونکر۔

رؤف۔ ہو جانے پر بتاؤنگا۔ ہان آج تو شاید بی صاحبہ تشریف لائین گی ذرا جاگتے رہیے گا۔

ظہیر۔ اجی نیند ہی کس کو آئیگی

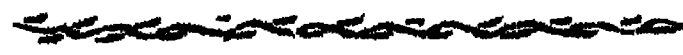
رؤف۔ وہ قندیلین جو آپ نے کلکتہ مین خرید کی تھین کل اُن کو بھی ذرا کمرہ مین

لگوا دیجئے گا۔

ظہیر۔ ہاں ضرور ضرور۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس روز مجھے والد صاحب کے ایک کام کے لئے جانا پڑے گا۔ جسکی وجہ سے میں جلسہ میں شرکت نہ کر سکونگا۔

رؤف۔ اس میں آپ کی عدم موجودگی بے لطفی کا باعث ہوگی مگر مجبوری کی وجہ سے کیا ہو سکتا ہے۔

ظہیر نے نوکروں کو قندیلیں لگانے کا حکم دیا اور خود پارک کی سیر کر کے جی بہلانے کے لئے چلا گیا۔



چوتھا باب

خوفناک سازش

باغباں نے آگ دی جسوقت گلشن میں میر
جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

رات کے بارہ بج چکے ہیں۔ شب کی تاریکی دن کی روشنی پر کافی طرح سے غالب آچکی ہے۔ لالٹینیں کچھ یوں ہی سی ٹمٹما رہی ہیں۔ سامنے سے دو اشخاص آتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تو مسٹر رؤف صاحب ہیں۔ اہا ہا وہ دیکھئے دوسرے میاں بنے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا یہ رؤف صاحب شاید دن کا وعدہ پورا کرتے ہیں یا نہیں وہ دیکھئے مسٹر عبدالرؤف صاحب کچھ کہہ رہے ہیں۔

رؤف۔ آؤ اس ٹوٹے ہوئے مکان میں چھپ کر بیٹھیں۔ اب اسکے آنے کا وقت قریب ہے۔

(دونوں وہیں چھپ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک بجے کے قریب شمیمہ گھر سے ایک کثیف چادر اوڑھے نکلی اور چاروں طرف دیکھتی بھالتی ہوئی مغرب کی جانب چلی گئی۔

بنے۔ آیئے دیکھو یہی شمیمہ ہے مگر یہ کہاں جا رہی ہے۔
رؤف۔ جناب یہ وحیدالدین کے لڑکے ظہیرالدین کے پاس جا رہی ہے۔
بنے۔ تو وہ تو آپ کے بڑے گہرے دوست ہیں۔
رؤف۔ ہاں وہ تو دوست سمجھتے ہیں۔ مگر جناب میرے ایسے ایسے ان جو دوست ہیں۔ ہاں کیوں جی بھلا تم نے بھی سنا ہے کہ کوئی رنڈی چوک میں ...ہ نام کی کلکتہ سے آئی ہوئی ہے اور بہت اچھا گاتی ہے۔
بنے۔ ہاں جناب ہے تو ضرور مگر میں نے اس کا گانا نہیں سنا۔
رؤف۔ جناب پرسوں تشریف لایئے اور گانا سنئے۔ اس کا مجرا ہوگا۔
بنے۔ کہاں ہوگا۔
رؤف۔ ظہیرالدین کے بیٹھک میں۔ آپ ضرور تشریف لایئے گا۔ کوئی حرج نہیں ہے
بنے۔ بہت بہتر ہے۔ میں آؤں گا مگر اس شمیمہ سے اس کی حرکات کا بدلہ لینا چاہیئے۔
رؤف۔ ضرور ضرور میں ہر طرح تمھاری امداد کے لیے طیار ہوں مگر بازہے بڑی خوبصورت۔

پانچواں باب

دوستوں کا مشورہ

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

اب ہم ناظرین کو پھر ظہیرالدین کے کمرہ کی طرف راغب کرتے ہیں۔ ان کے آٹھ بجے ہوں گے میاں شفیع اشرف اور بنے سب جمع ہیں اور ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔

ظہیر الد۔ ہان یار آج تو پھر شمیمہ آئی تھی۔

رؤف۔ یار کیا کیا باتین ہوئین۔ ذرا بتاؤ۔

ظہیر۔ ضرور بتاؤنگا کیونکہ اُن کی باتین مجکو بڑی دلچسپ اور بھولی معلوم ہوتی ہین۔ شاید تم کو بھی سنکر بڑا لطف حاصل ہوگا سنئیے مین قصہ سنتا ہون دیکھو۔ پہلے وہ آئی اور کہنے لگی کیا جناب جاگ رہے ہین۔

مین۔ ہان جاگ رہا ہون۔ بھلا اب نیند کہان سہ

رات کا سونا بھی اب تو مجکو مشکل ہوگیا

ہائے رے دل کس بتِ کافر پہ مائل ہوگیا

وہ۔ کیون جناب یہ بھلا آپ کو سونے کو کس نے منع کیا ہے۔

مین۔ پیاری تمھارے حسن اور اداؤن نے۔

وہ۔ بس جناب بس رہنے دیجئیے رکاہے کو مجکو بناتے ہین۔ کچھ خوبصورت ہوتی تو نہ معلوم آپ کیا کرتے۔

مین۔ پیاری ہیرے کی قدر خود ہیرا ہی نہین کرتا ہے بلکہ بڑے بڑے بادشاہ اور صاحب مخدوم کرتے ہین۔

وہ۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے کہ آپ مجکو ایسا خیال کرتے ہین۔ ہان سچ ہے انسان جس قسم کا شیشہ اپنی آنکھون پر لگاتا ہے اسکو ویسا ہی نظر پڑتا ہے چونکہ آپ محبت کرتے ہین اسلیے مجکو خوبصورت خیال کرتے ہین۔ ورنہ مین ہون تو کسی قابل ہی نہین۔

مین۔ لیجئے صاحب وہ میرا حسن ظن تھا تو یہ آپ کی انکساری ہے۔ چلو ہم تم دونون برابر ہوگئے۔ مگر ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم ہمکو سچے دل سے چاہتے ہو یا یہ کہ دو دن کی محبت ہے۔

وہ۔ اس بات کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اور ہان تم بھی جان سکتے ہو۔ کہ سچی ہے یا جھوٹی سہ

مین۔ وہ کس طرح۔ سہ جو حقیقت ہے وہ ہوجاتی ہے ظاہر خود بخود

باغبان سے گل نہین کہتا کہ ہین زردار ہم

وہ۔ وہ اس طرح کہ کیا آپ میرے غریب خانہ پر مجھ سے خوشامد کرنے گئے تھے دیکھئے پیاسا ہی کنوئین کے پاس جاتا ہے۔
مین۔ اچھا بھئی تم جیتین مین ہارا۔ مگر ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم چلی کیسے آتی ہو اگر کسی نے دیکھ لیا تو بس غضب ہی ہو گیا۔
وہ۔ اوف۔ اب تو جو کچھ ہونا ہے وہ ہو گا ؂

ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختند

مین۔ ہان یہ تو مین بھی جانتا ہون۔ مگر یاد رکھو جس طرح دو پہئے کی گاڑی ایک پہئے پر نہین چل سکتی اسی طرح محبت کی گاڑی بھی تدبیر اور تقدیر دونون کے بغیر نہین چل سکتی ؎
وہ۔ تو پھر تدبیر ہی کیجئے اور میری شادی کی درخواست میرے والد سے کسی طرح کیجئے۔
مین۔ دیکھو برا نہ ماننا تمھارے باپ تو راضی ہو جائینگے مگر میرے باپ تمھاری ناداری کے سبب سے منظور نہ کرینگے۔
وہ۔ تو کیا نادار ہونا گناہ ہے۔ خیر یہ تو جانے دو۔ کیا تمھاری بھی مرضی نہین ہے
مین۔ ارے میری مرضی کیون نہین ہے کُبڑا ہزار سیدھا چلنے کی کوشش کرتا ہے مگر جب اوسکا کوبڑ بھی تو چلنے دے مین خلاف مرضی والد کچھ نہین کر سکتا ہون اچھا دیکھو مین شفیع سے کہکر والدہ سے کہلاؤنگا اور وہ والد کو اچھی طریقہ سے راضی کر لین گین۔
وہ۔ اور اگر اسپر بھی کچھ نہ ہوا تو؟
مین۔ تو پھر مین اپنی تمام تدابیر اور قوتین صرف کر دونگا۔ مگر تم کو ضرور حاصل کرونگا۔ اور اگر پھر بھی مجکو ناکامیابی اور سیاہ بختی کی صورت دیکھنا پڑے تو یہ جان تمپر سے قربان کر دونگا ؂

جب تک کہ دم مین دم ہے نہ چھوڑونگا تمکو مین
آئندہ جو مشیت پروردگار ہے

وہ۔ دیکھو پیارے ایسی دل گداز باتین نہ کرو۔ میرا دل نہ دکھاؤ۔ مین سمجھ گئی کہ تم

دل سے محبت کرتے ہو کیوں ٹھیک ہے نا

مین - پیاری شمیم اسکو تو تم خود ہی خوب خیال کر سکتی ہو - اچھا کچھ دن بعد انشاء اللہ دکھا دون گا اور تم بھی دیکھ لو گی کہ یہ سچی محبت تھی یا جھوٹی - مگر کیا کرون ماں باپ دادا کی مرضی سے مجبور ہون -

وہ - دیکھئے اگر ایسا ہے تو یہ خیال کر لیجئے کہ شمیم اب آپ کے سوا کسی کی صورت بھی دیکھنا گوارا نہ کرے گی حالانکہ میری نسبت لگی ہوئی ہے اور تھوڑے ہی دنوں مین عقد ہونے والا ہے مگر مین تمکو اعتبار دلاتی ہون کہ مین دوسرے سے شادی کرنے سے زہر کا کھا لینا بہتر سمجھون گی -

مین - نہین نہین خدا کے واسطے کہین ایسا نہ کرنا ورنہ مین تو جیتے جی ہی مر جاؤنگا

وہ - مگر آخر پھر مین کیا کرون گی -

مین - صبر کرنا دنیا مین صبر سے بڑھکر کوئی شے نہین ہے - صبر تلخ است و لے کن بر شیرین دارد -

وہ - ہان ہان مین صبر تو ضرور کرون گی مگر یہ سمجھ لینا کہ شادی ہو جانے کے بعد صبر کا کچھ نتیجہ نہ نکلے گا - تم جو کوشش کرنا جلدی ہی کرنا ورنہ بے سود ہو گی اچھا اب مین جاتی ہون ایسا نہ ہو کہ کسی کی آنکھ کھل جائے اور پھر سب معاملہ گڑبڑ ہو جائے - حالانکہ مین نے شام ہی کو دھتورے کے بیج سب کو پان مین کھلا دیئے تھے تاکہ سوتے ہی بیہوش ہو جائین

مین - تم بڑی چالاک ہو مگر پیاری شمیم یہ کام بڑا خطرناک ہے ایسا نہ ہو کہ کسی کی آنکھ کھل جائے اور میری تمھاری دونوں کی عزت جائے اچھا جلدی کرو ۲ بجنے کو آئے ہین مگر دیکھو پرسون یہان نہ آنا کیونکہ مین ایک ضرورت سے باہر جاؤنگا اور یہان جلسہ ہو گا -

وہ - تو پھر کب تک پلٹ کر آئیے گا -

مین - دوسرے ہی دن آجاؤن گا - مگر کل تو یہان مین رہون گا آنا ضرور -

وہ - اچھا اگر موقع ملا تو -

اس کے بعد وہ اٹھی مین نے اسے لپٹا کر لیا ایک پیار کیا اور پھر رخصت کیا ہوئی

اپنے گھر کی جانب چلی گئی میں بھی اسکے گھر کے قریب تک پہونچا آیا
رؤف۔ خوب جناب اسنے اپنی محبت کا رنگ تو خوب جمایا۔
شفیع۔ کیوں میاں انور تم خاموش کیوں ہو۔
انور۔ کیا بتاؤں جناب آج کل عورتوں کے آوارہ ہونے کا باعث ہم ہی لوگ ہو رہے ہیں۔
شفیع۔ یہ کیونکر۔
انور۔ اجی میاں کیا ۱۸-۱۸ برس کی لڑکیوں کو کنواری بٹھال رکھنا کوئی اچھی بات ہے جوانی میں بھی اندھے ہوتے ہیں چوک کر بیٹھے وہ کم ہے آخر میں بے عزت ہونیکے بعد سمجھتا ہے مانا کہ شمیمہ ظہیر پر عاشق و شیدا ہی سہی مگر پھر بھی ایک مسلمان لڑکی کا یوں گھر سے نکالنا کیا معمولی بات ہے۔
شفیع۔ بیشک یہ بات تو ضرور ٹھیک ہے۔ لڑکی کی شادی بالغ ہوتے ہی کر دینا چاہیے۔
ظہیر۔ خیر جناب یہ تو ہے۔ مگر اب انسے شادی کرنے کی بھی کوئی ترکیب ہے یا نہیں۔
شفیع۔ میں اپ کے والد سے کہونگا مگر ماننا ذرا مشکل ہے۔
ظہیر۔ میرے خیال میں تو والد کے بجائے والدہ سے کہنا زیادہ انسب ۔
شفیع۔ اچھا موقع پاکر انھیں سے کہونگا۔
ظہیر۔ مگر جناب عجلت کی ضرورت ہے ورنہ بعد میں کف افسوس ملنے پڑینگے۔
رؤف۔ اچھا جناب مجھے تو اب دیر ہوتی ہے میں جاتا ہوں مگر کل کے جلسہ کا خیال رہے ہاں ذرا میاں ظہیر صاحب اپنی یہ انگوٹھی تو مجھے دیدیجئے اسی نمونہ کی مجھے بھی انگوٹھی بنوانا ہے اس کی بناوٹ بڑا خوبصورت ہے۔
ظہیر۔ لیجئے شوق سے بلکہ یہی نہ لے لیجئے۔
رؤف۔ سب جناب کی مہربانی ہے۔
اسکے بعد رؤف انگوٹھی لیکر اٹھا اور سب لوگ بھی اسی کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلدیئے اور میاں ظہیر اکیلے رہ گئے شفیع و رؤف ساتھ ہی ساتھ باتیں کرتے گئے کیونکہ دونوں کا گھر پاس ہی پاس تھا۔

ظہیر کو اسکی ماں نے اندر بلایا اور کہا کہ بیٹا کل سے تم نے اپنی صورت ہی نہ دکھاتی دن بھر کمرے ہی مین بیٹھے رہے اور یہ تمھاری صورت آج کیسی ہو رہی ہے کیا خدانخواستہ کچھ طبیعت ناساز ہے کل رات کو تمنے کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور ذرا سا ہمارے ساتھ کھالو۔

ظہیر۔ امان اسوقت کچھ بھوک نہین ہے ذرا کل سے پیٹ مین کچھ درد کی شکایت ہو۔

مان۔ تو تمنے اس کا علاج کیون نہ کیا جاو کلیم کو بلا کر دکھا دو۔

ظہیر۔ ارے امان ایسا کچھ درد نہین ہے جو کلیم کو دکھایا جاے محض معمولی شکایت ہے۔

مان۔ بیٹا مرض کو کم نہ سمجھنا۔ مگر آؤ ذرا سے کھا لو۔

اسکے بعد مان کے اسرار سے ظہیر نے تھوڑا بہت کھایا اور اپنے کمرے مین پھر چلا گیا۔



چھٹا باب

چوری دغابازی و انکشاف

بڑے نادان ہین جو اپنون سے کچھ امید رکھتے ہین
لب خشک صدف کس دن ہوئے تر آب گوہر سے

دنیا مطلب کی ساتھی ہے دوست بہت ہو جاتے ہین مگر زیادہ بے وفائی کرنے والے مثلاً وفادار مسٹر رؤف صاحب نے شمیمہ کی تعریف سن سن کر گو ظہیر کا بڑا دوست تھا مگر اس کا وصل حاصل کرنے کے لیے اس سے پہلے تیار ہو گیا مانا کہ ظہیر بھی اس کی صورت کا دیوانہ ہو رہا تھا مگر وہ جو کچھ بھی کرنا چاہتا تھا شرع کی پابندی کے ساتھ و نیز اسے شمیمہ سے ایک سچی محبت تھی ہو گئی تھی۔ رؤف نے سوچا کہ کوئی ترکیب ایسی کرنا چاہیے کہ شمیمہ مل جاتے۔ مگر اس کی سمجھ مین نہ آیا میان للن صاحب رؤف کے بڑے مشیر تھے انھون نے صلاح دی کہ تم اسکو راستے

میں چھپکر کھڑے ہو وہ شاید ظہیر کے پاس جائیگی نہیں تو پھر اسکو ڈانٹا اور
آخر میں عورت ہے کہاں تک نہ ڈر سکیگی اس کے بعد آپ کہدیجئے گا کہ میں ظہیر
صاحب کا فرستادہ یہاں آیا ہوں وہ آج میرے یہاں ہیں یہ ترکیب رؤف کے
بھی دل میں جم گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ ضرور میں اپنے ارادے میں کامیاب ہونگا
رؤف نے لڑکوں کو کچھ انعام و اکرام بھی اس رائے زنی کرنے کے عوض دیا اور رات کو
بارہ ہی بجے سے جا کر کھڑے کھڑے ٹہلنے لگا کچھ زیادہ وقفہ نہ گذرنے پایا تھا کہ شمیمہ
اپنے مکان سے نکلکر جھجھم کی طرف چلی۔

رؤف۔ (لوٹ کر) ارے کون ہے۔

شمیمہ۔ آپ کو پوچھنے کا کیا حق حاصل ہے۔

رؤف۔ میں ایک پولیس افسر ہوں اسواسطے دریافت کرتا ہوں۔

شمیمہ۔ میں کوئی چور نہیں ہوں جو آپ کو اپنا نام بتاؤں کیا آپ سپاہی ہو کر
کسی کی عزت لیجئے گا ہٹ جائیے مجھے جانے دیجئے۔

یہ کہتے کہتے شمیمہ کے دوپٹے کا آنچل سینہ پر ہٹ گیا اور اس کا منھ بھی
کھل گیا رؤف چہرہ دیکھتے ہی بے خود ہو گیا اور بولا۔

رؤف۔ ارے تو کیا تم خفا ہو گئیں میں تو مذاق کر رہا تھا کیا تم ظہیر الدین
کو جانتی ہو۔

شمیمہ۔ (ظہیر الدین کے نام پر کچھ سوچنے لگی) کیوں ان باتوں سے آپ کا مطلب

رؤف۔ کیا شمیمہ تمہارا ہی نام ہے۔

شمیمہ (تعجب سے اپنا نام سنکر) ہے مگر تم اپنا مطلب کیوں نہیں بتاتے۔

رؤف۔ بتاتا ہوں مگر کیا تم مجھکو بالکل نہیں جانتی ہو میں تو ظہیر کا بڑا دوست
ہوں۔

شمیمہ۔ ہو گئے تو میں کیا کروں۔

رؤف۔ بگڑیئے نہیں آج ظہیر میاں اپنے باپ سے لڑکر ہمارے گھر چلے آئے
ہیں آئے ہیں تو وہیں لیٹے ہیں مجھسے شاید آج اُنسے آنیکا وعدہ کیا تھا؟

شمیمہ۔ تو پھر وہ خود کیوں نہ آئے۔

رؤف - وہ آرہے تھے مگر مین نے کہا کہ آج آپ میرے مہمان ہین آپ تکلیف نہ کیجئے
مین خود چلا جاؤن گا یہ دیکھئے انھون نے اپنی انگوٹھی دی تھی کہ دکھا دینا۔
شمیم - دیکھون -
شمیم نے انگوٹھی غور سے دیکھی ایک دن وہ ظہیر کے ہاتھ مین دیکھ چکی تھی یہ خیال کر کے اس نے کہا کہ اچھا چلئے
اسکے بعد دونون گھر پہونچے - اسکے آگے کا حال تو ہم آگے بیان کرین گے مگر ذرا دیکھئے سامنے سے کون چار آدمی آرہے ہین ارے وہ تو بالکل قریب ہی آگئے - ہین یہ رک کیون گئے کیا نصیر خان کے یہان آئے ہین - ارے یہ تو میان بنے ہین مگر یہ اتنی رات گئے کیا کام ہے کیا شمیم کو پکڑنے آئے ہین خیر دیکھو معلوم ہی ہو جائے گا - سنئے -
بنے - تم لوگ کونے پر کھڑے دیکھتے رہنا شاید کوئی آنہ جائے - مین انشاءاللہ ابھی سب صاف کیے لاتا ہون کنواڑے بھی کھلے ہین -
یہ کہکر بنے مکان مین داخل ہوا اندر کا حال ہمین نہین معلوم کیا ہوتا رہا مگر ایک ۵ ہی منٹ کے بعد لینا دوڑنا کا حال ہو اور بنے ایک بکس لیے ہوے بے تحاشا مکان سے نکلا اور پورب کو بھاگا اسکے تینون ساتھی غل سنتے ہی بھاگ پڑے تھے قضا سے کار پولیس کا سپاہی گشت ادھر سے پہرا دیتا آنکلا آواز سنتے ہی وہ بھی گلی کی طرف دوڑا ادھر سے نصیر خان وغیرہ نے اس کا پیچھا کیا میان بنے [illegible] دیا مگر ایک چاقو کھینچکر مارا جو بیچارے نصیر خان کے پیٹ [illegible] وہ بیہوش ہو کر گر پڑے ادھر پولیس والے اور نصیر خان کے [illegible] گرفتار کر لیا اسکے بعد سب نصیر خان کی طرف متوجہ ہوے [illegible] کوشش کرنے لگے مگر چونکہ زخم [illegible] ہسپتال لے گئے اور بنے [illegible] سوال تو کچھ بھی نہ گیا تھا مگر [illegible] بہت پریشان تھے بنے انکا بھتیجا ہی تھا مگر [illegible] سے ہو رہے تھے

پولیس نے انھیں حوالات میں بند کر دیا اور مقدمے کو عدالت پر اٹھا رکھا۔ ادھر نصیر خان کے گھر میں ایک شور عام مچا ہوا تھا محلے کے اکثر لوگ جاگ جاگ کر جمع ہو گئے تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ اتفاق سے نصیر خان کی بیوی کی نظر شمیمہ کی پار پائی پر پڑی دیکھا تو خالی اور بھی حیرت ہوئی۔ پاخانہ وغیرہ میں تلاش کیا مگر وہ وہاں کہاں تھی آخر کار سب لوگ چپ ہو کر بیٹھ رہے ادھر میاں رؤف شمیمہ کو اپنے کمرے میں لے گئے اور کہا کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔

شمیمہ۔ (کرسی پر بیٹھ کر) بلاؤ انھیں وہ کہاں ہیں۔

رؤف۔ پیاری شمیمہ بس مجھی کو ظہیر جانو میں نے صرف تمکو یہاں تک لانے کے لیے یہ بہانہ بنایا تھا۔ تمہیں نہیں معلوم کہ میں ایک عرصہ سے تمہارا عاشق ہوں مگر مجبور تھا جب سے میں نے میاں ظہیر سے تمہارا قصہ سنا بس جو حالت میرے دل کی ہے خود ہاتھ رکھکر دیکھ لو۔

شمیمہ۔ بس بس چپ رہئے میں ہرگز ایسے کلمے آپ کی زبان سے سننا نہیں چاہتی کیا ایک شریف آدمی کے یہی اطوار ہوتے ہیں۔

رؤف۔ ہاں ہاں اور کیسے ہوتے ہیں کیا تم مجھکو شریف نہیں جانتیں مجھ میں کیا عیب ہیں پیاری شمیمہ کیا میں ظہیر سے کم خوبصورت ہوں۔

شمیمہ۔ او کمبخت شیطان نما انسان اپنے دوست کے ساتھ دغا کرنے والے تو سب کچھ رکھتا ہے مگر اپنی نگاہ میں نہ کہ میری میں تجھے ظہیر کے پیر کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتی۔

رؤف۔ غصہ ہونے سے کیا ہوتا ہے اب میرے گھر میں ہو اگر خوشی سے راضی ہو تو خوب ورنہ زبردستی کی جائیگی۔ مگر میرے پنجہ سے رہائی نا ممکن ہے۔

شمیمہ۔ او کیا کہتا ہے کیا تو میری عصمت لیگا [illegible] ہرگز نہیں جب تک میرے جسم میں جان [illegible] میری بال بیکا [illegible]۔

رؤف۔ [illegible] کیا تم مجھسے [illegible]

شمیمہ۔ [illegible]

ضرور تجھے نیچا دکھائیگی ایماندار کا مددگار ساتھ دیتا ہے اور بے ایمان کو ہمیشہ نیچا دکھاتا ہے۔

رؤف۔ مگر میں صبر نہیں کر سکتا۔ اگر خدا تجھے بچائیگا تو بچانے دے۔

شمیمہ۔ ہاں ہاں وہ مجکو بچائے گا اور ضرور بچائے گا ؎

بچایا ہے اور بچائے گا اپنے بندہ کو
اسی سے اسکو غفور الرحیم کہتے ہیں

بس اب میں صاف الفاظ میں کہتی ہوں کہ الگ رہ۔

روف شمیمہ کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی کرنے لگا۔ شمیمہ گو عورت ہی تھی مگر پھر بھی کچھ دیر روف کا مقابلہ کیا آخر کار جب کچھ نہ بن آئی تو بے تحاشا چیخنے لگی۔ شور و غل کی آواز سنکر شفیع بھی اپنے گھر سے نکل کر روف کے دروازہ پر پہونچا۔ کمرہ میں روشنی ہوتے ہوئے اور ایک عورت کو داد و فریاد کرتے ہوئے سنکر رک گیا اور روف کو آواز دی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ شمیمہ نے جب شفیع کی آواز سنی تو چلا اُٹھی کہ للہ عزت بچاؤ۔ شفیع کو یہ آواز بہت دردناک معلوم ہوئی۔ اس نے پہلے تو دروازہ کھولنے کو کہا جب روف نے نہ کھولا تو فوراً دروازہ پہ لات ماری اتفاق سے روف نے گھبراہٹ میں دروازہ کھلا ہی رہ گیا تھا۔ بس یہ فوراً اندر گیا۔ اب روف سے کچھ بن نہ پڑی تو ہو نق الگ ہٹکر کھڑا ہو گیا

شمیمہ۔ دیکھے خدا اس طرح بیکسوں کی مدد کرتا ہے۔

شفیع۔ بھائی یہ کیا معاملہ ہے یہ بی صاحبہ کون ہیں۔

رؤف۔ اجی وہی شمیمہ ہے جو ظہیر پر عاشق ہے۔

شفیع۔ یہ نام سنکر چونکہ پڑا۔ ارے تو پھر یہ یہاں کہاں۔

شمیمہ۔ یہ میرے دامن عصمت کو چاک کرنا چاہتا تھا شکر ہے کہ اللہ نے آپ کو بھیجدیا اور میری عزت بچا لی۔

رؤف۔ میاں شفیع تمہارا اسطرح میرا [illegible] تھا۔ بالاسدن کی بحث کے مطابق [illegible] حقیقتاً اور صدق دل سے ظہیر پر عاشق ہے۔

اتنے عرصہ میں وہ تمام قصہ ہو گیا جو ہم قبل ازین ذکر کر چکے ہیں نصیر خان کے بھائی وغیرہ تھانہ پر گئے تھے اور گھر میں عورتیں بیٹھی ہوئی نصیر خان کی خراب حالت یاد کر کر کے رو رہی تھیں۔

شمیمہ جو یہاں سے چھوٹی سیدھا گھر کا راستہ لیا اس بیچاری کو کیا خبر تھی کہ اس کے جانے کے بعد یہاں کیا کیا ہوا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ہر طرف سے عورتوں نے گھیر لیا۔ اور دریافت کیا کہ کہاں گئی تھیں۔ شمیمہ اس کا کیا جواب دیتی۔ خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔ مستورات بھی بھانپ گئیں۔ لیکن جوان لڑکی کو زدوکوب کرنا مناسب نہ خیال کیا اور چپ ہو گئیں۔

ناظرین خیال فرمایئے کہ شمیمہ کی کیا حالت ہو گی۔ ایک شریف لڑکی کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی وہ صبر کر کے بیٹھ رہی کیونکہ اس کا دامن عصمت گناہ گاری کے سیاہ دھبہ سے محفوظ تھا۔ مگر اسپر بھی وہ خیال کرتی تھی کہ جو کچھ ہوا میری ہی وجہ سے ہوا۔ آہ اگر میری یہ حرکتیں نہ ہوتیں تو چوری بھی نہ ہوتی ضرور بنے نے مجھے آتے جاتے دیکھ لیا تب تو اس نے میرے جاتے ہی ہاتھ صاف کر نا چاہا۔ افسوس کمبخت میرے چچا کو مار کر کیا پایا خود بھی جیل کی ہوا کھائے گا یا پھانسی پر لٹکایا جائے گا انھیں خیالات کے سلسلہ میں جب وہ خیال کرتی کہ چچا وغیرہ کو یہ بات معلوم ہو گئی تو وہ لوگ کیا کرینگے یہ بات ایسی خوفناک تھی کہ وہ مارے ڈر کے سہم جاتی تھی۔ غرضیکہ اسی بیم و رجا کی حالت میں اسے نیند آ گئی اور سو گئی۔

ساتواں باب

جلسہ سالگرہ یا بنائے تباہی

الٰہی خیر کرنا عشق نے بنیاد ڈالی ہے
شروع ہوگا وظیفہ اور وظیفہ ہی بلا لائی ہے

نصیر خاں کے یہاں چوری ہونے اور انکے زخمی ہونے کی خبر صبح تک اس محلے میں بدبو کی طرح پھیل گئی نصیر خاں کے زخمی ہونے کا لوگوں کو بڑا افسوس تھا۔ کیونکہ وہ بڑا سیدھا آدمی تھا۔ ظہیر الدین کو اس کا اور بھی زیادہ افسوس ہوا کیونکہ وہ اسے اپنی سسرال خیال کرتا تھا۔

رات بھر میاں ظہیر نے جوں توں کر تڑپ تڑپ کر گذاری۔ طرح طرح کے خیالات اسکے دل میں گذرتے تھے کہ آخر شمیمہ وعدہ کر کے کیوں نہیں آئی کیا مجھ سے ناراض ہوگئی یا اسی چوری کی وجہ سے نہ آسکی۔ غرضکہ [illegible] اسکے خیال میں اپنا تصور بیچارہ [illegible] نصیر خاں کے زخمی ہونے کا باعث وہ بیچاری شمیمہ تھی پھر اسے افسوس ہوتا کہ آج وہ گھر پر بھی نہ ہوگا اور اگر ہوتا بھی تو جلسہ کی [illegible] سوچتے سوچتے چارپائی سے اٹھا پان لگا کر [illegible] کمرے میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد [illegible]۔

آہا ہا یہ تو شاید شمیمہ ہی کی [illegible] اچھا مصور بھی ایسی ہی بنا [illegible] ہوتی ہے۔ اتنے میں اسکے [illegible] رؤف [illegible] جناب [illegible] نہایت ہی پاکباز عورت ہے۔

ظہیر۔ [illegible]

شفیع۔ اچھا تو مجھ سے سن لیجئے۔

اسکے بعد شفیع نے سارا قصہ جو رات مین واقع ہوا تھا من و عن کہہ سنایا۔ ظہیر یہ داستان سنکر بہت غصہ ہوگیا مگر اس نے اپنے دوست کو کچھ بھی نہ کہا اور دل ہی دل مین اپنے غصہ کو پی کر بولا کہ بھلا وہ گھر چوری کے بعد گئی تھی یا قبل؟

شفیع۔ نہین گئی تو ابھی [illegible] ہی کو تھی۔

رؤف۔ [illegible] جاتے ہی تو چور بھی ادھر اپنا کام کرنے لگے دوسرے اگر وہ آپ ہی کے یہان آتے تو بھی یہ راز ضرور کھل جاتا مگر مین دست بستہ جناب سے معافی خواستگار ہون۔ میری نیت خراب نہ تھی بلکہ صرف اس کو آزمانے کے لیے مین نے یہ عمل اختیار کیا تھا۔

ظہیر۔ بڑا غضب ہوگیا میرا خیال ہے کہ اب وہ کبھی نہ آسکے گی۔

رؤف۔ خیر جناب یہ تو آیندہ معلوم ہو جائے گا۔ مگر اب جلسہ کی کیا ٹھہری کمرہ تو سج گیا یہ کرسیان و میزیان سے ہٹا دی جائین اور ایک چاندنی اسکی جگہ بچھا دی جائے۔

ظہیر۔ مین نے نوکر سے کہدیا تھا وہ سب ٹھیک کر دے گا مین تو اب باہر جاتا ہون انشا اللہ کل صبح ملاقات ہوگی شمیمہ کا حال معلوم ہو سکے تو ضرور دریافت کرنے کی کوشش کرنا اور دیکھو میان رؤف ذرا پری سرپارہ سے بچے۔ شاید یہ قوم بڑی خراب ہوتی ہے اور [illegible] خوبصورتی دیکھتے ہی دل دے بیٹھتے ہین۔

رؤف۔ جب [illegible] تو اپنا دل کھو بیٹھے۔

ظہیر۔ ارے [illegible] کی برابری۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ دوسرے مین ملنے تو [illegible] سے ملاقات و محبت بڑھائی مگر تم تو [illegible] پھسل پڑے ہو

یہ کہکر ظہیر جہان جانے والا تھا چلا گیا اور رؤف و شفیق [illegible] بھی اپنے اپنے گھر چلے گئے [illegible] ناظرین تو اپنے قصہ کی طرف متوجہ کرتے ہین۔

[illegible] کی بارش [illegible] خوب سرد ہوا [illegible] شفق کی سرخی اسوقت [illegible] ہونے کی وجہ

[illegible] کی اندھیری رات میں میاں نظیر کا کمرہ بھی بھلا معلوم ہو رہا ہے
[illegible] وغیرہ اس میں لگے ہیں سب روشن ہیں زمین پر ایک اعلےٰ
درجہ کی [illegible] چاندنی بچھی ہے جس پر میاں شفیع و رؤف بیٹھے ہوئے آنیوالوں کا
انتظار کر رہے ہیں بیچوں بیچ کمرے میں ایک پیچوان رکھا ہوا ہے جسکی نَے میاں رؤف کے
منھ میں ہے ایک خاصدان نقرئی بھی رکھا ہے جس میں پان بڑے تکلف سے چاندی کے
ورقوں میں لپیٹ لپیٹ کر گلوریاں بنا کر رکھے گئے ہیں پنکھے بھی جو لیمپ کے ذریعے
سے چلتے ہیں کمرے کے کونوں میں رکھے ہوئے ہیں غرضکہ کمرہ ہر طریقہ سے عروس
نوبہار کی طرح سجا گیا ہے اور کیوں نہ سجایا جاتا اس میں آج ایک ماہ جبیں مجلس میں
تشریف لانے والی ہیں۔ افسوس اگر آج اسکے بجائے کوئی عالم یا واعظ آتا تو رؤف
ہرگز یہ سامان نہ کرتا آہ قیامت قریب کیوں نہ آئے عزت مندوں کی بے عزتی اور
ذلیل و خوار لوگوں کی آؤ بھگت ہو رہی ہے بس اس سے زیادہ اور کیا کمبختی ہوگی
خیر ہم کو ان باتوں کی زیادہ ضرورت نہیں شاید آپ لوگوں کے ناگوار خاطر ہو اسلیے
ہم اپنے قصہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

۱۰ بج چکے ہیں تمام دوست و احباب جنکو جلسہ میں شرکت منظور تھی آ چکے ہیں
مگر بیچارے میاں لڈن ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ مگر وہ دیکھئے [illegible]
آ گئے شاید اسی میں سوار ہیں۔ ہاں ہاں وہ دیکھئے میاں اتر کر آئے اور
کچھ کہہ رہے ہیں۔

لڈن چلئے چلئے [illegible] بائی صاحبہ کو اتار لائیے۔

رؤف واہ بھائی [illegible] خوب انتظار دکھایا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خیر کرے۔

لڈن۔ (مذاق میں) جناب مسٹر رؤف صاحب ذرا سنبھل کر اس طرح نہ دیکھیے

مہ پارہ۔ ارے ہاں کہیں نظر نہ لگا دیجیے گا۔

مہ پارہ کے منہ سے اتنا جملہ سنکر رؤف صاحب تو کھلکر کافور ہو گئے اور کہا کہ جناب دیکھنے کی چیز ہی ہے کیوں نہ دیکھیں اس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اسکے بعد لوگوں نے گانے کی لیے اصرار کیا۔ غرضکہ مہ پارہ بڑے ہی ناز و انداز کے ساتھ اٹھیں کچھ بھاؤ وغیرہ بتانے کے بعد یہ غزل شروع کی ہے

تہمت بھی آ رہے عشق کی ہم پر لگی ہوئی
(مہ پارہ) یارب بجھے گی آگ یہ کیونکر لگی ہوئی

اس شعر پر بڑی ہی تعریف ہوئی اور بیشک اس نے اس کو گایا بھی بالکل نئے طرز سے تھا خصوصاً میاں رؤف صاحب نے تو تعریف کے پل باندھ دیئے اور کیوں نہ کرتے شعر بھی تو انھیں کے مطالب کا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ روپیوں کی بھی بوچھار ہونے لگی۔

مہ پارہ۔ ملاحظہ فرمائیے دوسرا شعر ہے ہے

الفت کا جب مزا ہے کہ ہوں وہ بھی بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

رؤف۔ واہ بی مہ پارہ بس حد کر دی اب اور کوئی کیا گائے گا۔ شعر بھی کیسا عمدہ ہی بیشک تعریف کے قابل۔

لڈن۔ اجی جناب ابھی سنئے تو بس کمال کا گاتی ہیں۔

مہ پارہ۔ سنئے تیسرا شعر عرض ہے ہے

وعدہ اگر وہ پوچھیں تو کہہ دیجو یہ حال
بیٹھو نہ تو دم ہے آنکھ در پر لگی ہوئی

اس پر بھی بڑی تعریف ہوئی اور رؤف میاں تو بس قربان ہوئے جاتے تھے۔

اسکے بعد اس نے دوسری غزل شروع کی

غزل

خیال زلف بتان دل مین لا نہین سکتے
ہم اپنی جان بلا مین پھنسا نہین سکتے

کہو ہے خون تمنا یہ کہہ کے قاصد سے
لگی ہے پاؤن مین منہدی ہم آ نہین سکتے

ہماری آہ کے جھونکے ہین مضمحل ایسے
کہ پردۂ در جانان اٹھا نہین سکتے

کسی کی جنبش لب نے کیا ہو قتل مجھے
وہ کشتہ ہون جسے عیسیٰ جلا نہین سکتے

یہ خوف نہین کہ شب وصل وہ نہ جائین کہین
ہم انکو قصۂ ہجران سنا نہین سکتے

رؤف۔ خوب جناب کیا غزل گائی ہے۔

غرضکہ رات بھر اسی طرح گاتے رہے اور تعریفین بھی برابر جاری رہین صبح ہونے سے کچھ دیر قبل سب لوگ تو جا جاکر سو رہے مگر رؤف کو نیند ہی نہین آئی وہ دیکھئے کروٹین بدل رہے ہین اور دل ہی دل مین کہہ رہے ہین۔ واللہ بڑی خوبصورت ہے مین نے تو آج تک ایسی خوبصورت عورت دیکھی نہین پھر اس کا گانا تو سونے مین سہاگا ہے اگر میری شادی اسکے ساتھ ہو جاتی تو کیا حرج ہے مانا کہ رنڈی ہے مگر ابھی کم سن ہے دوسرے عمر بھر کا تماشا سننے کا آرام رہیگا اور زندگی بڑے آرام سے گذرے گی مگر بڑی مشکل ہے بھلا وہ رنڈی ہوکر میرے ساتھ کیسے شادی کرے گی۔ مگر کیا سب رنڈیان بے وفا اور چالاک ہوتی ہین نہین ہرگز نہین کہین پانچون انگلیان برابر ہوتی ہین خیر صبح ہونے دو دیکھا جائیگا یہ خیال کرنے کے بعد لیٹ رہا۔ صبح کو ۸ بجے کے قریب پھر مجرا شروع ہوا تقریباً ایک گھنٹے تک محفل رقص و سرور جاری رہی اسکے بعد سب لوگ تو رخصت ہوگئے اب صرف مہ پارہ مع اپنے سازندون کے رہ گئین اور میان لڈن صاحب بیٹھے ہین۔

مہ پارہ۔ کیون جناب یہ قندیلین و جھاڑ آپ نے کہان سے منگوائے اچھے بڑے فیشنی بنے ہوئے ہین مین بھی اپنے کمرے مین ایسے ہی لگاؤنگی اہاہا یہ تصویر کن صاحب کی ہے بڑے خوبصورت آدمی معلوم ہوتے ہین۔

رؤف۔ جناب آپ سے تو زیادہ خوبصورت نہین ہین میرے ایک دوست کی

تصویر ہے۔
مہ پارہ۔ بتائیے نہیں جو میں پوچھتی ہوں وہ فرمائیے ذرا اس دوکان کا پتہ بتا دیجئے جہاں سے آپ نے یہ سامان منگوایا ہے۔
رؤف۔ جناب کو اگر یہ پسند ہیں تو لیجائیے۔ یہ بھی آپ ہی کی ہیں۔ پتہ بتانے کی کیا ضرورت ہے۔
مہ پارہ۔ واہ جناب یہ سب آپ کی عزت افزائی ہے اور اصل میں تو ہم لوگ آپ ہی کا دیا پاتے ہیں۔ مگر میں یہ احسان اپنے سر ہرگز نہ لوں گی۔
رؤف۔ واہ یہ احسان تو مجھ ہی پر ہوگا۔ میں زبردستی آپ کو دونگا۔
مہ پارہ۔ میری شرم اور غیرت اس بات کا تقاضا نہیں کرتی ہے کہ آپ سے لوں۔
رؤف۔ اجی واہ شرم کی کیا بات ہے۔ یہ میرے لیے عین باعثِ افتخار ہوگا
مہ پارہ۔ آپ تو مجھے بناتے ہیں۔
لڈن۔ اس مصور قدرت نے آپ کے بنانے میں کوئی کسر ہی نہیں رکھی کہ جو کوئی بناوے۔
مہ پارہ۔ خیر اگر آپ ایسا ہی مجبور کرتے ہیں تو کوئی مضایقہ نہیں ہے۔
رؤف۔ واہ واہ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔
مہ پارہ۔ میاں لڈن ذرا دیکھنا کہ اس قالین میں یہ پھول کتنا خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔
لڈن۔ جناب قالین سے زیادہ تو یہ چینی تصویریں خوبصورت ہیں میں نے تو اتنی بڑی مٹی کی تصویریں نہیں دیکھی اصلیت میں چینی بھی بڑے کاریگر ہوتے ہیں ذرا ان کے چہرے ملاحظہ فرمائیے کہ کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔
مہ پارہ۔ ہاں بیشک انھیں تو میں نے دیکھا ہی نہ تھا واللہ بڑی پیاری معلوم ہوتی ہیں۔
رؤف۔ مجھے تو آپ سے زیادہ کوئی چیز بھی خوبصورت و پیاری نہیں معلوم ہوتی۔
مہ پارہ۔ بیشک تو کیا میں کوئی بدصورت ہوں۔

رؤف۔ خدا کرے آپ کی صورت تولا ثانی ہے۔
مہ پارہ۔ اچھا اسے زیادہ نہ بنائیے مین جاتی ہون۔
رؤف۔ واہ کھانا تو کھا لیجئے یا یو ہین۔
اتنے مین کھانا آیا اور سب نے ملکر کھایا اسکے بعد پھر باتین شروع ہو گئین۔
مہ پارہ کا ایک سازندہ۔ مگر بیوی صاحب بھلا آپ نے اتنے بڑے آئینہ کی جوڑی بھی دیکھی ہے مجھے تو تعجب ہے کہ یہ لائے کہان سے ؟
مہ پارہ۔ ارے بھائی رئیس آدمی ہین جو چیز جہان سے چاہین منگا سکتے ہین مجھے تو یہ بھی پسند ہین مگر کہتے ڈرتی ہون کہ نواب صاحب زبردستی دیدین گے تو پھر انکار نہ کرتے بنے گا۔
رؤف۔ جناب یہ انکسار بیجا ٹھیک نہین یہ سب چیزین تو آپ کو لینا ہی پڑین گین مگر یہ بتائیے کہ پھر کب ملاقات ہو گی۔
مہ پارہ۔ جب حضور یاد فرمائین یہ کنیز حاضر ہے۔
رؤف۔ کیا مین بھی آپ کے خلوت خانہ مین تشریف لا سکتا ہون۔
مہ پارہ۔ (ہنسکر) ہان اگر آپ حاضر ہون گے تو بندی اپنے سر آنکھون پر بٹھائیگی مگر اب مجھے دیر ہوتی ہے اسلیے جاتی ہون۔ یہ کہکر مہ پارہ گاڑی پر جو کہ پہلے ہی سے کھڑی تھی بیٹھ گئی اور میان رؤف صاحب نے دونون آئینہ وچینی تصویرین قالین ایک جھاڑ و چارون قندیلین وغیرہ زبردستی اسکے ہمراہ کر دین حالانکہ وہ ان کو رکھتے ہوسے بھی انکار کرتی رہی جب گاڑی چلی گئی تو رؤف بھی ادھر ہی دیکھتا رہا۔

آٹھوان باب

تباہی و بربادی کا آغاز

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ظہیر الدین کے کمرہ کی چیدہ چیدہ تصویرین و چیزین تو روف نے زبردستی مہ پارہ کو اپنا عشق دکھانے کے لیے دیدین اب کمرہ بالکل سونا اور اجاڑ معلوم دیتا ہے جیسے کوئی لوٹ لے گیا۔ مگر ہوگا رؤف صاحب کا دل بھی لٹ گیا ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ وہ کس قدر خوشی سے لڈن سے باتین کر رہے ہین۔

رؤف۔ تو بھلا لڈن آج شام کو لیچلوگے۔

لڈن۔ جناب یہ کوچہ بڑا خراب ہے اس مین قدم نہ رکھئے طوا ئفین بڑی بے وفا ہوتی ہین اور یون تو مین آپ کا دوست ہون اگر کہئے تو کنوین مین پھاند پڑون "

رؤف۔ یہ تمھاری مہربانی ہے مین جانتا ہون کہ تم میرے سچے دوست ہو۔

لڈن۔ ایسا نہ ہو لوگ آخر مین مجھے بدنام و مطعون کرین۔

رؤف۔ نہین جی تمھاری بدنامی کیون ہونے لگی۔ مگر بھلا تمنے غور بھی کیا کہ وہ میری طرف کس نظر سے دیکھتی تھی مجھے تو خیال ہے کہ ضرور وہ بھی محبت کرتی ہو۔

لڈن۔ مین اس کی بابت نہین کہہ سکتا اسکا گھور گھور کر دیکھنا تو ضرور اس بات کا ثبوت دیتا ہے مگر اب حقیقی و مصنوعی کی خبر خدا جانے۔

رؤف۔ خیر چلنا چاہئے اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرے گی تو کیا میرے روپیے بھی نہ کرے گی "

لڈن۔ ضرور جناب خوب سوچی مصرعہ ؎

زر بر جو لا د نہی نرم شود

اتنی ہی باتین ہوئین تھین کہ ظہیر صاحب آگئے اور سلام و علیکم کر کے پوچھا کیون جناب کیا سب مہمان رخصت ہوگئے مین نے تو آپنے آنے مین بڑی دیر کی۔ کیا مہ پارہ وغیرہ بھی گئین۔

رؤف۔ ابھی تک تو بیچاری بیٹھی تھین ابھی ابھی گئی ہین۔

ظہیر (کمرے کی طرف دیکھتے ہی) یہ کیا کیا یہان چوری ہو گئی سب سامان آرائش کہان اور وہ پیارے صاحب کی تصویر بھی نہین۔

رؤف اصلیت یہ ہے کہ چوری اوری تو کچھ نہین ہوئی مگر مہ پارہ نے یہ چیزین

پسند کین۔ بس بس مین نے انھین کو دیدین۔
ظہیر۔ کیون کس صلہ مین۔
رؤف۔ اس کی صورت کے صلہ مین جناب اگر جان تک مانگتی تو مین دیدیتا۔
ظہیر۔ افسوس دوست رؤف غضب ہوگیا۔ ارے تم رنڈی کی بھولی صورت دیکھکر ایسا دیوانہ ہو گئے کہ پرائی چیزین اٹھاکر دیدین۔ تم میرے دوست تھے بھلا مجھے مشورہ ہی لے لیا ہوتا دیکھو پچھتاؤگے میرا کہنا یاد رکھو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ پیارے صاحب کی تصویر آپ نے کیون دے دی اسے وہ لے کر کیا کرین گی وہ مجھے مانگ لادو جانتے ہو کہ تصویرون سے مجھے کس قدر الفت رہتی ہے۔
رؤف۔ بیکار نصیحت نہ کیجئے اگر آپ کو ناگوار معلوم ہوا تو مین ویسی ہی چیزین آپ کو خرید دون گا۔
ظہیر۔ رؤف برا نہ مانو محض تمکو سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہون ورنہ ایسی ہزارون چیزین تمپر سے قربان ہین صرف خیال اس بات کا ہے کہ آج تو تم نے اس لاپروائی سے اپنے دوست کی چیزین انکی ذرا پسندیدگی پر دیدین کل کو شاید اپنی ساری دولت یونہین بغیر مانگے دے دوگے۔
رؤف۔ دولت تو دولت ہی ہے مین تو اپنی جان تک دینے کو تیار ہون خیر اب مین جاتا ہون۔
لڈن۔ مین بھی سمجھاتا ہون میان ظہیر کہ یہ کام برا ہے مگر یہ مانتے ہی نہین۔
اسکے بعد لڈن ورؤف ایک کرایہ کی گاڑی پر بیٹھ کر چوک کی طرف چلدیے اور وہان پہونچتے ہی مہ پارہ کے کوٹھے پر بے تکلف چڑھ گئے مہ پارہ نے بڑی خاطر سے ایک صاف کمرے مین جہان کہ سفید چاندنی بچھی تھی اور وہ سب چیزین جو ظہیر کے کمرے سے آئین تھین لگی ہوئی تھین بٹھالا اور بڑی بی کو جو پہلے ملکہ جان کہلاتی تھی امان کہکر پکارا۔
بڑی بی (دور سے) اچھا حاضر ہوئی کیا نواب صاحب تشریف لائے ہین۔
مہ پارہ۔ ہان آئے تو ہین بڑے بے مروت ہین کتنا انتظار دکھایا۔
رؤف۔ جب کام سے چھٹی ملی ۔ آئے۔

اتنے مین بڑی بی نے پان لگا کر رؤف کو کھلایا اور رؤف نے ایک پچاس روپیہ کا نوٹ نکال کر انکے ہاتھ دھرا۔

بڑی بی (روشنی پاندان مین رکھتے ہوئے) اسکی کیا ضرورت ہے۔

روشنی۔ تو کیا مین کچھ آپ کو دے تھوڑی ہی رہا ہون۔

روشنی۔ ہان کیون بڑی بی کیا مہ پارہ کسی کی ملازم ہین۔

بڑی بی۔ اے واہ بیٹا تم بالکل ناسمجھ ہو۔ کیون نہ ہوا ابھی تو لڑکپن ہی ہے ارے بیٹا ابھی تو تھنی بھی نہین اتاری گئی۔

رؤف۔ تو کیا یہ میری نوکر ہو سکتی ہین۔

بڑی بی۔ بیٹا اصل بات یہ ہے کہ ہملوگ گو رنڈی کہلاتے ہین اور پیشہ بھی ناچنے بجانے کا ہے مگر ہملوگون سے تمام طوائفون سے بڑا فرق ہے یون تو بیٹا بھی اپنے منھ تعریف کرتے ہین مگر مین نے تو خدا اسے جنت نصیب کرے بیچارے ایک سوداگر سے نکاح پڑھا لیا تھا اور ساری عمر اسی کے ساتھ گذار دی کبھی اس نے مجھے ایک بات بھی نہ کہی مگر مین نے بھی جو کیا ہے ایک بیاہتا بیوی بھی نہ کریگی

روشنی۔ تو کیا تم بیاہی تھین۔

بڑی بی۔ (کچھ سوچکر) ارے بیٹا نکاح تو ضرور ہوا تھا مگر کہلاتی تو رنڈی ہی تھی۔

رؤف۔ خیر مین فی الحال والدہ کی زندگی تک تو نکاح نہین پڑھا سکتا۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔

بڑی بی۔ تو جیسے آپ راضی ہون مین بھی تیار ہون خدا کے فضل سے آپ رئیس آدمی ہین۔

مہ پارہ۔ امان مجھے امیر و غریب کی ضرورت نہین ہے اگر نواب صاحب راضی نہین تو مین خوشی کے ساتھ راضی۔ مگر یہ تمام عمر نباہنے کا وعدہ کرین۔

لڈن۔ جی جناب رؤف صاحب بڑے اچھے آدمی ہین تم لوگ جب دیکھو گی تو خود سمجھ جاؤ گی۔

بڑی بی۔ اچھا تو پہلے تو مسی کا جلسہ ہو گا بعد مین پھر تنخواہ بھی ٹھیک

ہو جائے گی۔
لڈن۔ کتنا روپیہ درکار ہے۔
بڑی بی۔ بس ایک لاکھ کافی ہو گا۔
رؤف۔ ارے ایک لاکھ روپیہ کیا ہو گا۔
بڑی بی۔ تمام شہر بھر کی رنڈیاں آئیں گی اور دور دور کی بھی نامی رنڈیاں بلائی جائیں گی۔
لڈن۔ مگر پھر ایک لاکھ روپیہ بہت ہے زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار روپیہ دیا جا سکتا ہے۔
بڑی بی۔ واہ میاں کیا میری لڑکی ایسی گئی گذری ہے کہ ایک لاکھ سے بھی گئی۔
رؤف بیچارہ ۲۵ ہی ہزار کہنے کو تھا مگر لڈن کے کہنے سے چپ ہو رہا اور کہا کہ خیر تو اب پچاس ہزار پر ٹھیک کر لیجئے۔
بڑی بی۔ نہیں میں تو ایک لاکھ سے کم ہی نہ لوں گی۔
لڈن۔ اچھا جناب تو جانے دیجئے (رؤف سے) چلئے میاں رؤف صاحب چلیں۔
مہ پارہ۔ ارے اماں تم بھی کیسی باتیں کرتی ہو ہو گا جو کچھ دیدیں گے او ہماری زندگی ہے پھر اور زیادہ لے لیں گے۔
بڑی بی۔ خیر جب تم ہی راضی ہو تو مجھے کیا ہے سب تمہارے ہی خاطر ہے۔
رؤف۔ تو میں کل روپیہ بھجوا دوں گا۔ مگر جلسہ کس دن ہو گا۔ اور دوسرے یہ خبر کسی کو کانوں کان معلوم نہ ہو۔
بڑی بی۔ نہیں جناب بس آج کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد۔
رؤف۔ اچھا تو ہم لوگ جاتے ہیں انشاء اللہ کل آئیں گے۔
بڑی بی۔ بہت بہتر۔ خدا حافظ۔
لڈن و رؤف نیچے اتر کر گاڑی پر بیٹھے تو لڈن نے کہا کہ ذرا میں بات پوچھ آؤں تو چلوں اس کے بعد لڈن پھر کوٹھے پر چڑھ گیا۔
لڈن۔ دیکھئے بڑی بی دس روپیہ سیکڑہ میرا ہو گا۔

بڑی بی۔ بیٹا سب تمہارا ہی ہے مگر ایسا نہ پھانسنا کہ نکل جائے۔
لڈن۔ واہ جناب اطمینان رکھئے دیکھئے تو کس خوبصورتی سے دیوالہ نکلواتا ہوں مگر جیسا میں کہوں ویسا ہی کرنا۔
بڑی بی۔ اچھا۔
اتنا کہکر اتر گیا اور گاڑی پر بیٹھ کر رؤوف کے گھر چلا گیا۔

نواں باب

سزا۔ موت اور جدائی

بیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند نے نادری

باب سلطنت میں ہم ناظرین کو گوش گذار کر چکے ہیں کہ بنے حوالات اور نصیر خاں اسپتال بھیجدیئے گئے افسوس کہ نصیر خاں کے زخم اسقدر بے موقع و شدید لگا تھا کہ دو دن سے زیادہ جانبر نہ ہوسکا حالانکہ ڈاکٹر دن اور اور نصیر خاں کے بھائیوں نے بڑی کوشش کی مگر ملک الموت سے بس نہ چلا بنے کے باپ کو جب معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا چوری کی علت میں گرفتار ہوا ہے تو اسنے اس کے چھوڑانے کی بڑی کوشش کی لیکن نصیر خاں کے مرنے سے کیس بڑا گہرا ہو گیا تھا اور مقدمہ عدالت کے سپرد ہو جانے سے پولیس بھی سوا سیکڑوں روپیہ کھا جانے کے اور کچھ نہ کر سکی بنے کا باپ بیچارہ کیا کرتا۔ بیوی کی محبت کی وجہ سے مقدمہ کی پیروی کرنا پڑی مقدمہ کا رنگ بالکل خلاف تھا اس لیے ہزاروں روپیہ قرض و ادھار لیکر خرچ کرنے پر بھی کچھ نہ ہوسکا بلکہ مجسٹریٹ نے سشن سپرد کر دیا جہاں سے اسے پھانسی کا حکم دے دیا گیا مجبور ہو کر باپ بیٹھ گیا۔ مگر بیوی کہاں بیٹھنے دیں اس کا تو لڑکا ہی تھا اس نے رو پیٹ کر اپنا برا حال کر لیا اور

امتیاز الدین سے کہا کہ ایک دفعہ پھر تم قسمت آزمائی کے لیے اپیل کرو۔ مرتا کیا نہ کرتا بیچارے نے پھر تھوڑا روپیہ جمع کر کے ہائی کورٹ میں اپیل کی غرضکہ بیچارے نے بہت سی کوششیں کیں پھانسی کا حکم تو ضرور تبدیل ہو گیا مگر پھر ۲۰ سال سزائے سخت کا حکم مل گیا۔ مرتے کو تنکے کا سہارا بڑا ہوتا ہے بیٹے کی ماں کو تسکین ہو گئی کہ اگر زندگی نے وفا کی تو ۲۰ ہی برس کے بعد چھوٹ جائے گا مگر پھانسی سے تو بہتر ہے مگر پھر اور دکھ بڑا ہوتا ہے دوسرے دو تین چار برس میں اسکی شادی بھی شمیمہ کے ساتھ ہونیوالی تھی۔ مگر وہ اب کہاں ممکن۔ خیر شمیمہ کے لیے تو اچھا ہی ہوا۔

بیٹے جب جیل میں گیا تو جاتے وقت اس نے شمیمہ کا سارا قصہ امتیاز الدین سے بتادیا جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور یہ بھی کہا کہ اس کا دماغ ٹھیک نہیں۔

نصیر خان کے بھائیوں سے اور امتیاز الدین خان سے دشمنی ہو گئی تھی دوسرے وہ اس رات کا قصہ دیکھکر بھلا شمیمہ کا رہنا کب گوارا کر سکتے تھے اس لیے دو ہی تین روز کے بعد اسے امتیاز الدین کے گھر بھیج دیا جہاں اسے پھر گزشتہ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا اپنے کی ماں نے رو پیٹ کر اپنے شوہر کو سمجھایا کہ اس کی شادی بیٹے ہی کے ساتھ ہونی چاہیے باپ راضی نہ تھا مگر بیوی نے کچھ ایسا مجبور کیا اور کہا کہ اگر تم ایسا نہ کروگے تو میں زہر کھا لونگی زبردستی امتیاز الدین بھی عقل کا اندھا راضی ہو گیا۔ مگر شمیمہ اس کو کب ماننے والی تھی بلکہ دنیا کی کوئی بھی جوان لڑکی اس بات کو نہ مانتی ہاں اگر شمیمہ کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ ۲۰ نہیں ۳۰ برس بعد بھی اسکی شادی ظہیر کے ساتھ ہو جائیگی تو ہمیں یقین ہے کہ ضرور وہ ۲۰ برس صبر کیے بیٹھی رہتی مگر تعجب تو امتیاز الدین کی عقل پر ہے کہ وہ کیا سمجھا کیا اس نے خیال کیا تھا کہ ۲۰ برس تک یہ کنواری بیٹھی ہی رہے گی شمیمہ کو نصیر کے گھر سے چلے آنیکے بعد بڑا سوچ یہ تھا کہ ظہیر سے کیونکر ملاقات ہو۔ گھر اسقدر دور تھا کہ جانا ناممکن ہے راہ سے بھی نابلد آخر کار اسنے کاغذ قلم دوات لیکر چپکے سے ایک خط لکھا اور احتیاط سے اس امید پر کر شاید کوئی رازدار ملجائیگا تو اسے پوسٹ بکس میں چھوڑ دونگی اپنے سینہ میں رکھ لیا شمیمہ کو عرصہ کے بعد

نکھر آتی تھی مگر پھر بھی اسکی بچپنے کی دو ایک ملنے والیاں اسکے پاس آنے لگیں ان میں ایک کا نام نورن تھا وہ اس کی بڑی ہی دوست تھی اس کا سن کوئی ۱۲ برس کا تھا وہ زیادہ تر شمیمہ ہی کے پاس دن بھر بیٹھی رہتی تھی ایک شمیمہ نے موقع پاکر

کہا کہ بھلا نورن بازار جاتی ہو۔

نورن۔ ہاں ہاں اکثر جاتی ہوں کیوں کیا کچھ منگاؤ گی۔

شمیمہ۔ نہیں کچھ منگاؤں گی نہیں بلکہ ایک کام ہے اگر تم کر دو تو میں تمہیں انعام دوں گی مگر کسی سے کہنا نہیں۔

نورن۔ بھلا بہن شمیمہ تمہاری بات کسی سے کہہ سکتی ہوں تم بتاؤ تو کہ کیا کام ہو۔

شمیمہ۔ بتا دوں گی مگر پہلے قسم کھالو تو بتاؤں گی۔

نورن۔ نہیں بہن میں کسی سے کبھی نہ کہوں گی تمہاری جان کی قسم۔

شمیمہ۔ اچھا تو سنو ایک خط ڈاک میں چھوڑنا ہے۔

نورن۔ لایئے یہ کون بڑا کام ہے ابھی چھوڑے آتی ہوں۔

شمیمہ۔ اچھا تو مگر کوئی دیکھنے نہ پائے۔

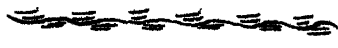
نورن۔ (خط ہاتھ میں لیکر) اچھا اب بتایئے کہ یہ کس کے پاس جا رہا ہے۔

شمیمہ۔ یونہیں ایک آدمی کے پاس بھیجا ہے انکی بہن سے مجھسے بڑی دوستی تھی۔

نورن۔ مجھے بیوقوف نہ بناؤ۔ مگر سچ سچ بتاؤ۔

شمیمہ۔ اچھا جاؤ چھوڑ آؤ تو بتا دوں گی۔

اسکے بعد نورن بازار چلی گئی اور خط کو لیٹر بکس میں چھوڑ دیا۔



دسواں باب

انتظار اور خط

خط نہ آئے نہ سہی پیک ہی آئے کوئی
منتظر ہوں خبر یار سنائے کوئی

بیچارہ ظہیر کو پیاری صاحبہ کی تصویر نہ ملنے کا بڑا افسوس تھا اسنے لاکھ کوششین کین کہ مل جائے رؤف صاحب نے اسکے لانے کی مطلق پروا نہ کی اور کیسے کرتے۔ یون یہ باعث کسر شان بھی تھا۔ ظہیر نے جیون تیون کرکے اتنا دن گزارا اور رات کو چارپائی پر لیٹتے ہی شمیمہ کی یاد کرنے لگا آیا وہ آئے گی یا نہین آج تو اسے ضرور آنا چاہئے۔ اگر اس دن اس کا راز کھل گیا ہوگا تو بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ اور آج پھر وہ نہ آسکے گی۔ غرضکہ ایسے ہی خیالات مین تارے گن گن کر رات تمام ہو گئی مگر شمیمہ نہ آئی اب ظہیر کے رنج و غم کا کیا کہنا کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ نہ کسی سے بولتے ہین نہ ہنستے ہین اسوقت بھی شفیع بیٹھے ہین اور ان کی دلجوئی کر رہے ہین۔

شفیع۔ اماں۔ افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے جو تقدیر مین ہے وہ ہوگا۔ مگر تم گھبراؤ نہین۔ مین تمھارے ماں سے ضرور ذکر کرون گا

ظہیر۔ اماں بھائی خدا کی قسم کیا کرون۔ جی ہی نہین مانتا۔ والدہ الگ پوچھا کرتی ہین کہ چپ چپ کیون رہتے ہو۔

شفیع۔ ہان یہ سب ٹھیک ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔

ظہیر۔ یار کسی طرح اس کا پتہ ہی معلوم ہو جاتا کہ کہین اسکے گھر والے اس بات سے واقف تو نہین ہو گئے۔ مگر یہ معلوم کیسے ہو سکتا ہے مشکل تو اس بات کی ہے کہ کوئی ایسا راز دار نہین ہے۔

شفیع۔ دیکھو اگر تم اپنے گھر کی جلال خوری سے دریافت کرو تو یقین ہے کہ ضرور کچھ نہ کچھ بھید معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ شمیمہ کہتی بھی تھی کہ مہترانی سے یہ سب حال معلوم ہوا۔ اور تمھارا پتہ معلوم ہوا۔

ظہیر۔ یار ہان خوب سوچی۔ بس یہی ٹھیک ہے اس سے بڑھکر تو اور کوئی سلسلہ وہان رسائی کا نہین ہو سکتا۔

(اتفاقاً بھنگن ادھر سے گذر رہی ہے)

شفیع۔ (دیکھ کے) لو میان۔ کیسے خوش قسمت ہو۔ اب کیا چاہتے ہو۔ اب تو پانچون انگلیان گھی مین ہین۔ بلاؤ۔ بلاؤ۔

ظہیر۔ ارے کبھی تم نے آج ابھی تک جھاڑو نہیں دی۔ دیکھو کیسا گندہ پڑا ہے۔
مہترانی۔ ہاں میاں ابھی تو نکھوا ابھی دیتی ہوں۔ جب سے بدھو جمعدار نائی صاحب کر رہا ہے تھے وہاں سے چھوٹی تو کریم الدین نے پکڑ لیا۔
ظہیر۔ ہاں ہاں دیکھو ان کے بھائی کا بھی حال سنا۔ ہائے بیچارے کی موت کیسی خراب ہوئی۔ مگر یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ ان کے بھتیجے ہی نے کیوں ان کے یہاں چوری کی ہے
مہترانی۔ کیا معلوم میاں۔ پرائے گھر کی بات کون جانے۔
ظہیر۔ اچھا ذرا سنو۔ ہم ایک بات تم سے پوچھیں۔ بتاؤ گی۔
مہترانی۔ واہ میاں بھلا آپ کو نہ بتاؤں گی۔
ظہیر۔ مگر دیکھو کسی سے کچھ کہنا نہیں۔ ہمکو بھی تمھارا سب حال معلوم ہے ہاں۔
مہترانی۔ میاں میرا کیا حال۔ اور میں کیوں نہ بتانے لگی۔ مگر پہلے معلوم بھی تو ہو کہ کیا بات ہے۔
ظہیر۔ شمیمہ آج کل کیسی ہے

(شمیمہ کا نام سنکر مہترانی کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں)

مہترانی۔ میاں وہ تو یہاں سے اپنے باپ کے ہاں بھیج دی گئی۔
ظہیر۔ یہ انکے باپ کا گھر کہاں ہے اور یہ بھیج کیوں دی گئی۔ وہ تو ہمیشہ سے یہیں رہا کرتی تھی۔
مہترانی۔ کہیں دور رہتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کیوں بھیجدی گئی مگر ایسی ہی کوئی بات ہوئی ہے کہ جو بھیجدی گئی۔
ظہیر۔ اچھا جاؤ۔ بس کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اچھا۔
شفیع۔ اچھا یہ معاملہ ہے۔ تو پھر بیچاری کیسی آئے۔
ظہیر۔ مگر ظہیر اب کیا کرنا چاہئے۔
شفیع۔ گھبراؤ نہیں۔ کوئی ترکیب کی جائیگی۔ مگر میرے خیال میں تو وہ کچھ ترکیب کریگی۔

راستے میں ظہیر کی ماں آگئیں اور انھوں نے پردہ کے پاس آ کر

(ظہیر سے کہا)

والدہ ظہیر۔ شفیع ذرا بیٹا دیکھو۔ تمہارے دوست کا کیا حال ہے نہ کھانا کھاتے ہین۔ نہ پانی پیتے ہین کیا ماجرا ہے نہ تو کچھ مرض ہی معلوم ہوتا ہے کہ جو علاج کیا جاوے۔ ان کی فکر نے مجکو اور بھی مارے ڈالتی ہین۔ یہ کمبخت ماں کی محبت بیکار۔ جو نہین مانتی۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ تاکہ اس کا کچھ وفعیہ کیا جاوے۔

شفیع۔ جی ہان آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے۔ یہ رہتے تو بہت رنجیدہ ہین۔ مگر مجھسے بھی صاف صاف نہین بتاتے کہ کیا معاملہ ہے۔ مین تو خیال کرتا ہون کہ ان۔

والدہ۔ کہو کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

شفیع۔ جی کچھ نہین۔

والدہ۔ نہین خدا کی قسم صاف صاف کہو۔ کیا کہہ کہنے کو تھے۔ اور کیون چپ ہو گئے۔

شفیع۔ مین خیال کرتا ہون کہ ان کی شادی کر دیجئے۔ یہ سب غم غلط ہوجائیگا۔

والدہ۔ بیٹا مین خود ہی اس تجسس مین ہون۔ کوئی قاعدہ کی لڑکی ہی نہین ملتی۔ تم ہی کوئی ڈھنگ کی بتاؤ۔

شفیع۔ (ظہیر کا منھ دیکھکر) مین بھلا کہان بتا سکتا ہون۔ لیکن قاعدہ کی لڑکی سے آپ کا کیا مطلب ہے کیا بہت رئیس اور مالدار گھر کی لڑکی درکار ہو۔

والدہ۔ ہان ہان۔ ذرا خوشحال اور عالی نسب ہو۔

شفیع۔ جناب امارت کا معاملہ بڑا اکھیڑا ہے۔ امرا بہت ملجاوینگے مگر شریف اور عالی خاندان کی تعداد بہت کم ہے۔ مذہب اسلام مین امارت اور ناداری کا امتیاز نہین رکھا گیا۔ شادی کے وقت اس بات کا جاننا کافی ہے کہ آیا جا شخص ہے کے لوگ خدا اور رسول کی احکام کو بجالاتے ہین یا نہین۔ صوم و صلاۃ کے پابند ہین یا نہین۔ کلمہ گو ہین نہین۔ ایسا تو نہین ہے کہ قمار بازی اور بادہ کشی اور عیاشی کی تباہ کن عادات پائی جاتی ہون۔ بس ان امورات کا جاننا ضروری ہے۔

والدہ۔ تو پھر بیٹا کسی غیر خاندان مین شادی کر دون یہ بھلا ممکن ہو سکتا ہے۔

شفیع۔ دیکھئے۔ آپ پھر ویسا ہی سوال کرتی ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شرافت کی اور ضرورت ہے اور چاہے اجازت ہو یا نہ ہو۔ آپ کسی معقول جگہ بات ٹھہرا اور ظہیر سے پوچھکر شادی کردیجئے۔

والدہ۔ بیٹا یہ کیا باتیں کرتے ہو۔ کہیں لڑکے سے بھی رائے لی جاتی ہے۔

شفیع۔ دیکھئے آج کل بعض واقعات اس قسم کے دیکھے گئے ہیں اور اکثر دیکھے ہیں کہ لڑکے کی رائے بغیر شادی کردینے سے بہت خراب نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

والدہ۔ اچھا بالفرض میں تمھاری ان سب باتوں کو مان بھی لوں۔ مگر انکے باپ کو کون سمجھائے گا۔

شفیع۔ آپ سمجھائیے۔ آخر نہ سمجھنے کی کیا وجہ۔ دوسرے یہ کہ یہ خود بھی کسی دوسری جگہ نہ کرینگے۔

(ظہیر شرم کے مارے بہت زور سے شفیع کا پیر دباتا ہے اور اسکو ایسا کہنے سے منع کرتا ہے)

والدہ۔ تو آخر ان کی منشا ہے کہاں۔

شفیع۔ اچھا دیکھئے میں کسی وقت تخلیہ میں عرض کردونگا۔

والدہ۔ اچھا مگر بیٹا ذرا انکو کھانا تو کھلاتے جاؤ۔

شفیع۔ اچھا بھیجئے۔

(ماں نے اندر سے جاکر کھانا بھیجدیا اور دونوں کھانے لگے۔ ابھی دو ہی چار لقمے کھائے تھے کہ پوسٹمین نے ایک لفافہ لاکر دیا۔ ظہیر ہاتھ کا نوالہ رکھ دیتا ہے اور خط چاک کرتا ہے۔ نگاہ پڑتے ہی فرط مسرت سے اچھل پڑتا ہے اور اس کا دوست اسکے ہاتھ سے لفافہ لیکر یوں پڑھتا ہے۔

جو جانتے کہ یہ چن چن کے ہمکو توڑینگے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

میری جان سے زیادہ عزیز۔ میرے قلب کے سرور آہ تم کو کیا لکھوں اور کیونکر لکھوں ہائے تم وہ گل نہیں ہو کہ جس میں بوے وفا پائی جاوے تمھاری

ظاہری محبت نے میرے دل کو ایسا گرویدہ کر لیا کہ اب ہر وقت تمہارا ہی نام وردِ زبان ہے۔ مگر پیارے مجھکو تم سے ایسی امید نہ تھی آہ سہ

اگر دانستمے از روز ازل داغ جدائی را
بدل روشن نمی کردم چراغ آشنائی را

تمکو یہ بھی خبر نہ ہو گی کہ مین زندہ ہون یا کہ تمہارے اوپر سے فدا ہو چکی۔ مین خیال کرتی ہون کہ شاید تم اس دن سے بھی بالکل بے خبر ہو گے جب کہ میرا گل عصمت پامال ہونے کو تھا۔ مگر شکر ہے کہ تمہاری ظالم دوست نے تمہارے دوست سے بچا دیکھا اور مین اپنے گھر واپس آئی۔ مگر جب داخل ہوئی تو عجب ماجرا دیکھا۔ گھر کے سب چھوٹے بڑے آکر کھڑے ہوے اور مجھکو گھیر لیا۔ مین دریاے خجالت مین غرق ہو گئی کیا کہتی کہ کہان گئی تھی۔ اب آخر کو زمانے نے رنگ دکھایا آسمان فتنہ پرور کو ہماری تمہاری ملاقات اچھی نہ معلوم ہوئی چچا جان کا انتقال ہو گیا اور بھائی کو ۲۰ سال کی سزا ہو گئی۔ یہ سب معاملے تو آپ کو معلوم ہونگے۔ اسکے بعد چچی وغیرہ نے ہمکو یہان بھیجدیا۔ اب کس طرح خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوتا۔ آخر کو مین نے ایک چھوٹی لڑکی کو یہ خط دیکر ڈاک مین ڈلوا دیا۔ اگر آپ کو ملا تو زہے قسمت ورنہ میری تقدیر۔ خیر چچی کے مرنے اور بھائی کے سزا پانے سے مجھکو ایک طرح کی خوشی بھی ہے اور رنج بھی۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ہونے والا خاوند جیل چلا گیا۔ اور رنج اس امر کا ہے کہ اگر ہوتا تو آپ سے خفیہ خفیہ ملاقات کرتی۔ خیر ان باتون کو جانے دیجئے۔ اور آپ مجھکو کسی طرح اپنی کنیزی مین لیجئے۔

ورنہ جان تو ضرور ہی جائیگی درصورت افشاے راز آبروریزی کا بھی خوف اور زیادہ کیا لکھون۔ میری طرف سے شفیع کو آداب عرض کر دیجئے گا۔

فقط
اسیر بلا آپکی شمیمہ

پتہ یہ ہے ....

شفیع۔ اہاہا۔ لاؤ یار۔ اب تو مٹھائی کھلاؤ تم کہتے تھے کہ۔۔

۵ یارب ہماری آہ مین کچھ بھی اثر نہین

ظہیر۔ ہان۔ ہان پہلے شادی تو ہونے دو۔
شفیع۔ اچھا یہ تو ہوتا رہیگا۔ مگر اب کی میرا اسلام بھی ضرور لکھ دینا۔ اب مین جاتا ہون۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔ سوچتا ہون کہ تمہاری مان میری تقریر سے کچھ ناراض تو نہین ہوگئین۔
ظہیر۔ ارے نہین یار کیسا تمھارا خیال ہے۔ اُن کی طبیعت ایسی نہین ہے۔

گیارھوان باب

شفیع کی شادی کا پیغام

دل کا ارمان ہائے دل ہی مین ہمارے رہ گیا
غنچۂ اُمید کیسا کھلتے ہی مرجھا گیا

رؤف کی بہن جسکی سالگرہ کا جلسہ آپ صاحبان بھی ظہیر کے کمرے مین ملاحظہ فرما چکے ہین خدا کے فضل وکرم سے اسوقت ۱۴ برس کی تھی خدا نے دولت وثروت کے ساتھ ہی حسن وصورت بھی خوب عطا فرمائی تھی حسینہ کی مان ایک عقلمند عورت تھی۔ اس نے سوچا کہ اپنے جیتے جی ہی اس کی شادی کر دینا چاہیے ورنہ بعد کو نہین معلوم کیا ہو۔ میرے بعد رؤف کیسے برتاؤ کرے۔ اسکی نظرون مین۔ شفیع وظہیر دو ہی ایسے لڑکے تھے جن کے ساتھ اسکی شادی ہوسکتی تھی۔ مگر اب انمین زیادہ مناسب کس کے ساتھ تھا یہ بات قابل غور تھی۔ شفیع گو ظہیر الدین کے برابر دولت وثروت نہ رکھتا تھا مگر پھر بھی اسکا باپ ایک اچھی حیثیت کا آدمی تھا۔ شفیع بھی صورت شکل مین ظہیر سے کم نہ تھا خدا نے اسے بڑا ذہین بنایا تھا اسوقت اسکی عمر تقریباً ۲۰ سال کی تھی مگر وہ

بی۔ اے۔ پاس کر چکا تھا اس کا رنگ گھنوا تھا آنکھیں بڑی خوبصورت و کالی تھیں بلکہ جسم بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت چیز اس کی آنکھیں ہی تھیں۔ رؤف سے اس نے بچپن سے دوستی تھی اس لیے برابر اسکے گھر جایا کرتا تھا حسینہ یا رؤف کی والدہ کوئی اس سے پردہ نہ کرتی تھیں۔

حسینہ بچپن ہی سے شفیع کو محبت کی نظروں سے دیکھا کرتی تھی مگر اب بچپن کی محبت کا رنگ کچھ کچھ عشق سے بتدیل ہو چلا تھا۔ شفیع بھی اس پر جان و دل سے فدا رہتا تھا مگر اس کے صبر و استقلال نے آج تک اس بات کو کسی پر ہویدا نہ ہونے دیا تھا۔

رؤف کی والدہ اکثر شفیع کے گھر جایا کرتی تھی۔ آج اتفاق سے رؤف کی والدہ پھر شفیع کے گھر گئیں اور معمولی گفتگو کے بعد شفیع کی ماں نے کہا کہ بھلا آپ نے حسینہ کی شادی کی بھی فکر کی یا نہیں ماشاء اللہ سے اتنو جوان ہے۔

والدہ رؤف۔ ہاں بہن مجھے خود ہی فکر ہے مگر جبتک کہیں سے پیام وغیرہ نہ آئیں کیونکر کروں۔

والدہ شفیع۔ لیکن آپ کا بھی تو کہیں ارادہ ہے۔

والدہ رؤف۔ میں کیا کسی سے خود کہوں۔

والدہ شفیع۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو میرا بیٹا شفیع غلامی کے لیے حاضر ہے۔

والدہ رؤف۔ اچھا میں سوچکر اس کا جواب دوں گی۔

والدہ شفیع۔ خیر کوئی ایسی عجلت کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اتنی گفتگو کے بعد رؤف کی ماں اپنے گھر واپس آئیں اور رؤف کو بلا کر پوچھا کہ کیوں بیٹا کیا حسینہ کی شادی شفیع کے ساتھ کر دوں لڑکا تو اچھا ہے اب کی بی۔ اے۔ بھی پاس کیا ہے گو ایسا تعلقدار نہیں۔ مگر اگر ہماری حسینہ کی قسمت اچھی ہو گی تو خدا بہت کچھ دے گا۔

رؤف۔ ارے اماں ابھی صبر کرو ایسی جلدی کیوں ہے۔ کہیں اور سے بھی پیام آنے دو تب دیکھا جائے گا۔

والدہ رؤف۔ اچھا بیٹا۔ جس میں تمہاری مرضی ہو۔ اب تم ہی اسکے سرپرست ہو

بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے۔
رؤف۔ ہاں۔ ہاں میں خود ہی جلد سے جلد کوشش کروں گا۔
ناظرین اس دن جو شفیع و رؤف میں شمیمہ کی بابت بحث ہوئی تھی اسکی کدورت اب تک رؤف کے دل میں بھری تھی۔ برخلاف اسکے کہ شفیع کو اسکا خیال بھی نہ تھا وہ اسکو صرف ایک دوستانہ بات چیت ہی سمجھا تھا دوسرے پھر شفیع ہی کیوجہ سے رؤف شمیمہ کے ساتھ اپنے دل کے حوصلے نہ نکال پایا تھا۔ انھیں باتوں سے رؤف اس کا دیکھنے میں دوست مگر اصلیت میں دشمن ہو رہا تھا۔ رؤف ہرگز نہ چاہتا تھا کہ بہن کی شادی شفیع کے ساتھ کرے اسیوجہ سے اسنے اپنی ماں کو ٹال دیا۔
شفیع اب رؤف کے گھر بہت کم آتا تھا کیونکہ اسکی ماں نے سمجھا دیا تھا کہ میں نے تمہاری شادی حسینہ کے ساتھ ٹھرائی ہے مگر شفیع خوب جانتا تھا کہ رؤف اسے اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دے گا۔ اتفاق سے شفیع ایک دن ٹہلتا ٹہلتا اسکے گھر چلا گیا اور رؤف کی ماں کو سلام کرکے بیٹھ گیا۔
رؤف کی ماں۔ جیتے رہو بیٹا۔
حسینہ۔ بھائی جان اب تو تم دکھائی ہی نہیں پڑتے۔
شفیع۔ ہاں ذرا امتحان کی وجہ سے فرصت کم ملتی تھی۔
حسینہ۔ تو کیا آپ دن بھر پڑھتے ہی رہتے تھے۔
شفیع۔ (حسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے) تم نے تو شکایات کے دفتر کھول دیئے مگر یہ بتاؤ کہ تم بھی کبھی میرے یہاں آتی ہو۔
حسینہ۔ میں تو مجبور ہوں کیوں کر آؤں۔
شفیع۔ کیوں مجبوری کیا ہے۔
حسینہ۔ جب اماں اجازت ہی نہ دیں تو کیونکر آؤں۔
والدہ رؤف۔ اے واہ لڑکی میں نے کب منع کیا تھا۔ خود فراموشی کند تہمت بہ استاد را۔
شفیع۔ لیجئے سارا حال کھل گیا۔

حسینہ (جھوٹے پن سے) یہ آپ ہی کے سامنے ایسا کہتی ہیں بعد کو منع کرتی ہیں۔

شفیع۔ کیوں اماں جان کیا یہ ٹھیک کہتی ہیں۔

والدہ رؤف۔ ارے بیٹا تم اس جھوٹی کی باتوں پر نہ جاؤ۔ میں کیوں منع کرنے لگی۔

حسینہ۔ ابھی تو کل ہی آپ جا رہی تھیں میں نے چلنے کو کہا تھا مگر آپ نے ڈانٹ دیا۔

والدہ رؤف۔ (آنکھ مار کر) اری میں نے کہا تھا رؤف گھر میں نہیں ہے تو بھی چلی جائے گی تو گھر اکیلا رہے گا نہ کہ منع کیا تھا۔

شفیع۔ اچھا ہوگا جانے دیجئے اب میں جاتا ہوں انشاءاللہ پھر کبھی آؤں گا۔

حسینہ۔ دیکھئے جو گھر یاد رہے گا تب تو۔

شفیع۔ نہیں نہیں جلدی ہی آؤں گا۔

اسکے بعد سلام کرکے شفیع تو چلا گیا۔ حسینہ اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ رہی اور دل میں خیال کرنے لگی کہ شفیع سے مجھے اسقدر محبت کیوں ہے اور وہ اسقدر بھلا کیوں معلوم ہوتا ہے۔ کیا دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت آدمی نہیں ہے۔ ہاں بیشک نہیں ہے اور پھر وہ بھی مجھے دل سے چاہتے ہیں اکثر ٹکٹکی میری ہی طرف دیکھا کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ اماں جان میری شادی انھیں کے ساتھ کر دیں تو زیادہ بہتر ہو۔ مگر بڑی مشکل معلوم ہوتا ہے بھیا تو بھابھی مارے ہیں نہیں معلوم انسے کیا عداوت ہے۔ میں خود کیسے کہوں شرم آتی ہے ورنہ ضرور کہتی۔ اب وہ بیچارے آتے بھی بہت کم ہیں میں صورت تک دیکھنے کو ترسا کرتی ہوں۔ دیکھوں اب کب وہ پیاری صورت دیکھنے کو ملتی ہے انھیں خیالات میں نیند آ گئی اور سو گئی اور ایک خواب دیکھا کہ شفیع مر گیا ہے اور خود اس کی لاش کو لیے ہوئے بیٹھی رو رہی ہے اور کہتی ہے کہ افسوس پیارے تم مر گئے بولتے کیوں نہیں مجھ سے خفا ہو۔ مگر بتاؤ تو کہ میرا کیا قصور ہے۔ ہائے باتیں کیا اتنا بھی نہ بولوگے دیکھو اب بھی بول دو ورنہ لو میں بھی اپنا خاتمہ کیے دیتی ہوں۔ یہ کہکر چھری اوٹھا کر اپنے سینہ میں بھونکنے ہی کو تھی کہ شفیع زندہ ہو گیا اور فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اکیلی چارپائی پر

بلقیس نے یہ وہین خواب سنے بیچاری تو اٹھی بیمری ڈول ہو گیا مگر اسے کسی کو بھی بتایا نہین

بارھوان باب

مہ پارہ کی مستی

سنبھل جا اب بھی دیوانے نہین موقعہ خموشی کا
کہ اب دن آگیا ہے عزت و عصمت فروشی کا

عبدالرؤف نے دوسرے ہی روز ۵۰ ہزار روپیہ لڈن کے ہاتھ بھیجدیا اور ہفتہ جلد ختم ہونے کی دعا مانے لگا لڈن نے ۱۰ روپیہ فی سیکڑہ کمیشن لے کر باقی ۴۵ ہزار بڑی بی کے حوالے کر دیئے انھون نے بڑی دھوم دھام سے دعوت و جلسہ کے سامان شروع کر دیئے سنہرے کارڈ چھپوا کر تمام مشہور مشہور رنڈیون کے نام روانہ کر دیئے مہ پارہ کے گھر کے سامنے ہی ایک پارک تھا اس مین خیمہ ڈیرے نصب ہونے لگے معلوم ہوتا ہے کہ بس کسی راجہ کی شادی کا اہتمام ہو رہا ہے ان کامون کے زیادہ تر منتظم لڈن ہی نظر آتے ہین۔

خدا خدا کر کے دو روز جلسہ کے لیے باقی رہ گئے ہین اکثر دور دور کی رنڈیان پہلے ہی سے آگئی ہین جو الگ الگ خیمون مین قیام پذیر ہین آج میان رؤف صاحب بھی جلسہ کا سامان ملاحظہ کرتے آئے ہین وہ دیکھیے کچھ باتین کر رہے ہین۔

رؤف۔ دیکھو لڈن کوئی کسر نہ رہے۔ کہ باعث بدنامی ہو۔

بڑی بی۔ جناب پچاس ہزار مین جو کچھ ہوگا وہ کیا جائے گا۔ اور میرے پاس بھی نہین جو اس مین ملا دون۔

رؤف۔ تو کیا اتنا روپیہ کم ہے اسمین تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔

لڈن۔ ہان کم تو نہین ہے مگر جتنا ہے اتنا تے یون تو نام کے لیے چاہے لاکھون خرچ کر ڈالیے جتنا گڑ ڈالیے گا اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ ایسے ہی جتنا روپیہ

خرچ کیجئے اتنا ہی نام ہوگا۔
بڑی بی۔ اجی پچیس ہزار تو صرف کرایہ وثیقہ وغیرہ کے بابت صرف ہوگئے کھانہ وغیرہ کا ابھی کچھ نشان ہی نہیں۔
رؤف (لڈن کو الگ بلا کر) کیا یہ حساب بڑی بی سچ بتاتی ہیں۔
لڈن۔ بیشک سب میرے ہی ہاتھوں تو خرچ ہوئے۔
رؤف۔ تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے۔
لڈن۔ جو حضور کی مرضی ہو میں کچھ نہیں کہتا۔
رؤف۔ (جیب سے چک نکال کر) ۲۵۔ ہزار اور جاکر بینک سے بھنا لو۔
لڈن نے چک لے لیا اس کے بعد دونوں جاکر پھر وہیں بیٹھ گئے۔
بڑی بی۔ کیا راز کی باتیں تھیں جو ہم سے چھپا کر ہو رہی تھیں۔
لڈن۔ باتیں کچھ نہیں ہو رہی تھیں نواب صاحب نے ۲۵ ہزار روپیہ آپکو جلسہ کے لیے اور دیا ہے۔
بڑی بی۔ مجھے کاہےکو دیا تو اپنے نام کو ورنہ آپ ہی بے عزتی ہوتی۔
لڈن۔ واہ بی صاحبہ واہ نواب صاحب کے جگرے کی تعریف تو نہیں کرتیں۔
مہ پارہ۔ ارے ہاں اماں یہ بھی کوئی بات کیا انھیں کی تعریف ہوگی ان کے ساتھ ہملوگوں کی نہ ہوگی۔
لڈن۔ (کچھ اشارہ دیکر) ہوگا جانے دو۔
مہ پارہ (سنبھلکر) بھلا ہاں سب انتظام تو پورا ہوگیا مگر میرے زیورات ابھی تک کیوں نہیں آئے کیا میں یوں ہی ننگی بیٹھوں گی۔
بڑی بی۔ واہ لڑکی کیسی نادانی کی باتیں کرتی ہے نواب صاحب نے خود ہی اس کا انتظام کیا ہوگا۔
رؤف۔ ہائیں تو کیا زیورات بھی مجھی کو دینا پڑیں گے۔
بڑی بی۔ کیوں آپ نہ دیجئے گا تو کیا میں دونگی یہ تو قاعدہ ہی ہے۔
لڈن۔ مگر کون کون زیوروں کی ضرورت ہے۔
بڑی بی۔ پٹری۔ گلوبند۔ طوق۔ چاند۔ ٹیکہ۔ بندے۔ بالیاں۔ کڑے۔ چوڑیاں

جوشن۔ نونگے وغیرہ جتنے زیور ہوتے ہین سب۔
رؤف۔ اف اوہ سب زیور گنا گئین یہ چاندی کے ہون گے نہ۔
بڑی بی۔ کیا میری لڑکی کی عزت لینا ہے چاندی کے بھی کہین ہملوگ پہن سکتے ہین۔
رؤف۔ تو مین یکایک اتنا زیور کہان سے مہیا کر سکتا ہون۔
بڑی بی۔ پھر مسی نہ کیجئے بھلا ہزارون رنڈیون مین میری لڑکی بغیر زیور کے کیسے جاسے گی۔
لڈن۔ یہ تو بڑی دقت ہوئی۔ مگر ذرا نواب صاحب ادہر تشریف لائیے (الگ جاکر) خادم کے سمجھ مین ایک راے آئی ہے اگر حضور بھی پسند فرمائین تو ٹھیک ہے۔
رؤف۔ کیا ہے بتاؤ تو مین بھی سنون۔
لڈن۔ جناب ترکیب یہ ہے کہ کل اپنی والدہ کا کل زیور مانگ کر انھین دیدیجئے جلسہ ہوجانے کے بعد پھر لے لیجئے گا۔
رؤف۔ مگر والدہ دینے ہی کیون لگین
لڈن۔ اجی یہ کون بڑی بات ہے بہانا کر دیجئے گا۔ ورنہ اس کے بغیر تو مہ پارہ کا وصل ناممکن ہے اگر نئے بنوائیے تو لاکھون چاہئین۔
رؤف۔ واللہ ترکیب تو خوب ہے مگر کیا بہانہ کرون مین نے تو آج تک ایسی کوئی خواہش ہی والدہ سے نہین کی۔
لڈن۔ ارے کہدیجئے گا کہ ایک دوست کی بیوی کسی تقریب مین جانے والی ہین انھون نے اپنا زیور صاف کرنے کو دیا تھا مگر ابھی تک سنار نے دیئے ہی نہین اس لیئے ذرا اپنے سب زیور مجھے دیدیجئے تاکہ انھین دیدون۔
رؤف۔ خوب میان لڈن۔ بڑی دور کی سوجھتی ہے۔ بڑے عقلمند ہو۔
لڈن۔ بندہ تو کسی قابل بھی نہین مگر جناب کی عزت افزائی ہے دیکھئے کہین میرا انعام نہ بھول جایئے گا۔
رؤف۔ ارے میان سب تمھارا ہی ہے ذرا اس جلسہ کو ختم ہو جانے دو تو مین

تمہین خوش کر دونگا ابھی ذرا روپیہ بھی میرے پاس کم ہے شاید کچھ ضرورت پڑ جائے۔

لڈن۔ اس کی پرواہ نہ کیجئے اگر لاکھ دو لاکھ کی ضرورت پڑے تو بندہ دلوانے کو تیار ہے۔

رؤف۔ اسکے کہنے ہی کیا ضرورت ہے مین خوب جانتا ہون۔ اچھا اب مین جاتا ہون۔

یہ کہکر رؤف چلا گیا۔ اور لڈن بینک پہونچے اور روپیہ لیکر پھر واپس آئے ۲½ ہزار خود لیکر ۲۲½ ہزار بڑی بی کو دیدیا اور کہا کہ دیکھئے یہ روپیہ مین نے مفت دلوا ئے ہین اب آپ کو نہ لینا چاہئے کیونکہ آیندہ پھر مین ہی کام آؤن گا۔

بڑی بی۔ (کچھ سوچکر) اچھا لو یہ ۲½ ہزار اور لو بس خوش ہو۔

لڈن۔ بھلا مین ناراض کبھار رہتا ہون یہ کہکر لڈن مہان انتظام مین مشغول ہوجاتے ہین۔ شام کو رؤف صاحب آئے اور کہا کہ لڈن سب معاملہ طے ہوگیا۔ کل سب زیورے آؤن گا۔ مگر پرسون پھر واپس لے جاؤن گا۔

لڈن۔ بھائی بیان کرنا ہی کیا ہے (اسی طرح گپ شپ کی باتین ہوتے ہوتے رات زیادہ گزر گئی۔ رؤف نے گھر جانا مناسب نہ خیال کیا۔ اس لیے وہین سو رہے اور صبح ہوتے ہی مکان پر چلے آئے ماں نے پوچھا رات بھر کہان رہے۔ کہا کہ وہین کہ جہان شادی ہونے والی ہے۔ انتظام مین پھنسا ہوا تھا پھر وہین سو گیا اچھا اب اپنا زیور دیدیجئے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا مگر پھر بعد کو اس کو ایماندار خیال کرکے اور یہ سوچ کر جتنا روپیہ چاہے بینک سے بھی نکلوا سکتا ہے زیور کی پوٹلی رؤف کو دیدی۔ اور سب زیور گنوا دیئے۔ رؤف کا باپ بڑا شوقین آدمی تھا۔ اپنی بیوی کے لیے بہترین زیورات لاتا تھا رؤف کی ماں انکو اکثر استعمال کیا کرتی تھین۔ مگر شوہر کے مرجانے سے پھر کبھی نہ پہنے اور یہ سوچا کہ حسینہ رؤف کی بیوی کے کام آجاوینگے۔ مگر افسوس اس کو اس گھڑی کی کچھ خبر نہ تھی غرضکہ رؤف زیور پاتے ہی فوراً وہان سے روانہ ہوگیا۔ اور سب گہنا لاکر لڈن کے

سامنے بڑی بی کو دکھایا۔ اور کہا کہ صرف یہ رات بھر کے لیے ہین۔ کل ہم کو واپس
کر دینا۔ پھر ہم تم کو اور بنوا دین گے۔ یا کچھ دنون بعد ہی تمہارے کام آ جاوینگے
بڑی بی نے کہا بس بیٹا مجھے یہ دکھانا منظور تھا۔ کہ رنڈیان کہین اس کی
طعنہ زنی نہ کرین کہ کیسے بیچے کے ساتھ بسی ہوئی ہے کہ بدن پر گہنا تک نہین
خیر آپ چل کر دیکھئے کھانا پک رہا ہے اس کا انتظام کیجئے اور مین جا کر محفل کا
انتظام کرتا ہون۔ غرضکہ دن بھر مین سب کام ٹھیک ہو گیا۔ انواع و اقسام
کے مطاعم بھی طیار ہو گئے۔ شام ہوتے ہی لوگون کو کھانا کھلانا شروع کر دیا
تاکہ جلد فرصت مل جائے۔ تاکہ تمام رنڈیون کو کھانا کھلا دیا جاوے اسی عرصہ
مین ۱۱ بج گئے۔ اور جلسہ شروع ہو گیا۔ جلسہ کا انتظام کوٹھے پر کیا گیا تھا جسکی
وجہ سے عام آدمی نہ آ سکتے تھے۔ بلکہ خاص خاص آدمی جو کہ مدعو تھے جلسہ
گاہ حتی المقدور خوب آراستہ و پیراستہ کی گئی تھی۔ تمام جھاڑ و فانوس آویزان
تھے جنکے اندر برقی روشنی نہایت حسن و خوبی سے پہونچائی گئی تھی۔ نیز ظہیر کے
گھر سے بھی بہت سے اشیاء تھین۔ جو کہ تحفتہً لائی گئین تھین۔ علاوہ
انکے اور بہت سا سامان آرائش اس محفل مین پایا جاتا تھا۔ ایک بڑی قالین
تھی چہار جانب شہر کی بہت مالدار اور مشہور امراء اور رنڈیان بیٹھی ہوئی تھین۔ اور
قالین پر ماہ پارہ رونق افروز تھین اس کی خوبصورتی کو ہم کیونکر بیان کرین
اسکا چہرہ کا سرخ [illegible] کا سرخ پائجامہ اور کرتا بہت ہی مہین ریشم کا جس کے
اندر سے سرخ ریشم کی چولی صاف دکھائی پڑتی تھی دوپٹے کا آنچل اسکے حسن کو
لاکھ چھپانا چاہتا تھا مگر سینہ کا ابھار اسکو بار بار گرا دیتا تھا۔ زیورات روشنی مین
ہیرے کی طرح چمک رہے تھے دوسرے ان مین سے کئی ایک زیور جواہرات سے
مرصع بھی تھے مانگ کی تعریف کیونکر لکھون بس معلوم ہوتا تھا کہ فرہاد نے
پہاڑون کے درمیان کھود کر دودھ کی نہر جاری کر دی تھی۔ اس کی سرمگین
آنکھین سراپا تیر کا کام کر رہی تھین ؎

شکر کو دیکھا اسے کیا کھائیں
یہ تو بڑھی ہوئی نظر نہ ہوئی

غرضکہ ہم کہانتک لکھین بالکل پرستان کی پری معلوم ہو رہی تھی۔ اسکے بعد ہمنے چارون طرف جلسہ مین دیکھا مگر رؤف میان کے کوئی دوست ہمکو دکھائی نہین پڑتے۔ مگر اس کا سبب کیا ہے آیا اس نے کسی کو مدعو نہین کیا یا خود ہی نہین آتے۔ ارے وہ میان تو خود ہی نہین دکھائی پڑتے۔

جلسہ شروع ہوگیا رنڈیان فرداً فرداً اٹھتی ہین اور گاتی ہین انکی خوش الحانی پر حسب موقع تحسین و آفرین کے کلمات حاضرین کے منھ سے بیساختہ نکل پڑتے ہین۔ اسی اثنا مین ایک آدمی جلسہ مین آنے کی کوشش کر رہا ہے مگر دربان اسے باریابی کی اجازت ہی نہین دیتا بلکہ بار بار دھکا دیکر الگ ہٹا دیتا ہے وہ دیکھنے غصہ ہوکر کچھ کہتا ہے۔

دربان۔ بس بس جناب خیریت اسی مین ہے کہ آپ فوراً یہان سے تشریف لیجائیے آپ کے سے بہت نواب آتے ہین۔

رؤف۔ اب مین تمہین کس طرح یقین دلواؤن قسم کا بھی تمکو اعتبار نہین۔

دربان۔ ہوگا کارڈ پاس دکھایئے تو اندر جانیدوں گا ورنہ ہرگز تم اندر نہین جا سکتے

اس مخمصہ کو دیکھکر اور تمام آدمی جمع ہوگئے اتفاق سے لڈن بھی آگئے اور پوچھا کیا معاملہ ہے

دربان۔ ارے یہ میان جو کھڑے ہین بیکار جھک جھک کر رہے ہین۔

رؤف۔ دیکھیے کیسا دربان ہے مجھے اندر جانے ہی نہین دیتا۔

لڈن۔ (رؤف کو دیکھکر) کون ارے نواب صاحب آپ کہان تھے۔ (دربان سے) ارے تو نواب صاحب کو بھی نہین پہچانتا بڑا نالایق ہے۔

دربان۔ مین کیا جانون کہ یہ نواب رؤف صاحب ہین۔

لڈن۔ چلئے چلئے نواب صاحب چلیے معاف کیجئے اسنے آپ کو جانا نہین ورنہ بھلا یہ مجال کہ روکتا۔ اصلیت ہے کہ بغیر پاس کارڈ کے کسی کو اندر جانیکی اجازت نہین ورنہ آپ جانتے ہین کہ کتنا رش ہو جائے۔

اس کے بعد رؤف کو ٹھٹے پر گیا وہان بھی کسی نے بیٹھنے کو نہ کہا تھوڑی

دیر کھڑے رہنے کے بعد بڑی بی نے کہا کہ ارے بیٹا ادہر اودہر بیٹھ جاؤ
کھڑے کیوں ہو۔
رؤف بیچارہ شرمندہ ہوکر بیٹھ گیا مگر اپنے دلمیں خیال کرنے لگا
کہ افسوس میری بڑی بے عزتی ہوئی۔ آہ ناظرین یہ صرف تھوڑی ہی دیر
کا خیال خام تھا اگر رؤف کو اپنی عزت ہی کا خیال ہوتا تو عیاشی ہی
کیوں کرتا۔
غرضکہ طوائفین بیٹھتے ہی رؤف کو بنانے لگین کوئی چٹکی کاٹنا شروع
کرتی ہے کوئی گدگداتا ہے اسی طرح سب اسکو ستانے لگین بیچارے رؤف
کی جان مشکل مین پڑ گئی ہوتے ہوتے تین بج گئے سب نے مہ پارہ سے کہا
کہ بس جاکر لیٹ رہو۔
چنانچہ وہ مقررہ کمرہ مین رؤف کے ساتھ شرماتی ہوئی چلی گئی ناظرین اب
جو کیفیت صبح تک اسکے اندر ہوتی وہ بالکل ظاہر ہے یعنی رؤف نے اس
سودے کو جسکے لیے اس نے ۷۵ ہزار روپیہ عزت و شرافت خرچ کی تھی
خرید لیا اور صبح کو خوشی خوشی اپنا منھ کالا کیے ہوے باہر آیا اسکے بعد منھ ہاتھ
دہوکر کچھ ناشتہ کیا اور پھر گھر جانے لگا۔
رؤف۔ اب مین گھر جاتا ہون وہ زیور سب دید یجئے تاکہ اپنی ماں کو
دیدونگا۔
بڑی بی۔ ارے بیٹا دیکھو اتنے مہمان ٹھہرے ہین ان کے سامنے اُتارونگی
تو یہ کیا کہین گے۔ یے لینے کون کھائے نہین لیتا ہے سب کو چلا جانیدو
کل پرسوں تک ملجا ئینگے۔
یہ سنکر رؤف چپ ہوگیا اور اپنے گھر چلا گیا۔ ادہر طوائفین بھی شام
تک ایک ایک کرکے رخصت ہوگئین بڑھیا نے سبکو ایک ایک جوڑا ریشمی
کپڑا فرط محبت اور اظہار مسرت مین دیا۔



تیرھوان باب

باپ و بیٹے کا پر زور مکالمہ

آج ہم اپنی پریشانیٔ خاطر اُن سے

کہنے جاتے ہین تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین

دو باب گذر چکے لیکن ہمنے ظہیر کا کچھ ذکر نہ کیا آپ صاحبان کو ضرور خیال ہو گا کہ نہین معلوم ظہیر کس حال مین ہے سنئیے۔

شمیم کے خط کا جواب ظہیر نے اسی پتہ سے جو کہ اس نے لکھا تھا اسی دن دیدیا تھا مگر آج تک اس کا جواب نہ آیا حالانکہ آج کئی روز ہو گئے اور بیچارہ ظہیر انتظار کی گھڑیان کاٹتے کاٹتے تھک گیا۔ ہمکو بھی کچھ حال اس کا اندر بیان مین نہ معلوم ہو سکا۔ ظہیر صاحب کی بیتابی کا کیا کہنا دیوانے ہو رہے ہین۔

ایک روز موقع سے ظہیر کی مان نے وحیدالدین سے اسکی شادی کی بات کہا اور سمجھایا کہ جوان لڑکے یا لڑکی کا بٹھال رکھنا اچھی بات نہین اس لیے اس کی شادی اگر جلدی ہو جائے تو اچھی ہی بات ہے۔

وحید۔ ارے کہین کوئی لڑکی ٹھیک ہے تو کر دون ورنہ جہان تم بتاؤ وہین سہی۔

والدہ ظہیر۔ خود ظہیر کو بلاکر پوچھئیے اسکی راے لینا بھی انسب ہے۔

وحید۔ لڑکے سے پوچھنا کون سی دانائی ہے جہان ہماری تمھاری اور چار آدمیون کی راے ہو وہین بہتر ہے۔

والدہ ظہیر۔ یہ خوب سب کی راے ہو مگر جسے عمر بھر اسی کے ساتھ اوقات بسر کرنا ہے اسکی صلاح بھی نہ لیجاتے۔ میری راے مین تو اسکی پسندیدگی

زیادہ ضروری ہے۔

وحید۔ اس کی راے سے کیا ہوتا ہے اگر وہ کسی رنڈی کے ساتھ کہے تو بھی کردوگی۔

والدہ ظہیر۔ یہ آپ کے کیسے خیالات ہین خصوصاً ظہیر جیسے لڑکے کی بابت۔

وحید۔ اچھا کہین تم بتاؤ تو پھر اس سے دریافت کرین گے کہ اسے منظور ہے یا نہین۔

والدہ ظہیر۔ جہان آپ کی مرضی ہو وہان کیجئے مگر ذرا اسے بلائے تو۔

وحید نے لونڈی کو باہر ظہیر کے بلانے کے لیے بھیجا تھوڑی دیر مین ظہیر اپنی گردن نیچی کیے ہوے مؤدب آکر اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا مان نے پیار کے مارے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ بیٹا ماشاء اللہ سے تم جوان ہو دنیا مین موت و زندگی کا طرح بھی زیادہ تر مقدم بات ہے کہ ہر ایک کی شادی ہوتی ہے اس لیے ہمین بھی فکر ہے کہ اپنی ہی زندگی مین تمھاری شادی کر دین ورنہ شاید ہمارے بعد کیا ہو تمھارے باپ کہتے ہین کہ جہان تم کہو وہان بات چیت لگائی جائے۔

ظہیر۔ واہ امان یہ آپ نے اچھی کہی مین بھلا اسکے بابت کیا عرض کرون آپ خود ہی جانتی ہین کہ شفیع نے آپ سے اس دن کیا کہا ہے اب مجھے دہرانے کی کیا ضرورت ہے۔

وحید۔ یہ کیسا شفیع نے کیا کہا ہے۔

والدہ ظہیر۔ شاید آپ نصیر خان کے بھائی امتیاز الدین کو جانتے ہون جنکی ایک لڑکی شمیمہ ہے بس اسی کے ساتھ۔

وحید۔ (غصہ ہو کر) تم بھی لونڈے کے کہنے مین آئی ہو اسی سے ایسی باتین کرتین تھین بھلا امتیاز الدین کے یہان شادی کیسے ہو سکتی ہے واللہ اعلم کون قوم ہین۔ دنیا مجھے کس نظر سے دیکھے گی۔

والدہ ظہیر۔ آپ اسقدر غصہ کیون ہوتے ہین آپ نے تو بات کرتے ہی زبان کاٹ لی۔

وحید۔ چپ رہو۔ بس مین کچھ سنا نہین چاہتا۔
ظہیر (دھیمی آواز مین) تو پھر ناحق آپ نے مجھے صلاح دینے کے لیے بلایا تھا۔
وحید۔ چپ کمبخت کیا مین یہ جانتا تھا کہ تو تمام رؤسا کے گھر چھوڑ کر ایسے نیچے لوگون کے یہان اپنی سسرال بنا کر میری عزت لینے کے لیے تیار ہے ابھی حال ہی کا قصہ ہے کہ اسکے لڑکے کو ۲ برس کی سزا ہو چکی ہے۔
ظہیر۔ ابا جان گو آپ کے روبرو بے باک ہو کر گفتگو کرنا خلاف تہذیب ضرور ہے مگر کیا کرون بغیر بولے زبان بھی نہین رہتی۔ مین آپ سے کہتا ہون کہ ایک سیپ مین دو موتی ہوتے ہین ایک سلاطین کے سرون پر چڑھتا ہے دوسرا کھرل مین پیسکر جزو بدن ہو جاتا ہے۔ ایک پیڑ کے دو پھول ہوتے ہین ایک دولہا کے سہرے مین گوندھا جاتا ہے دوسرا میت پر ڈالا جاتا ہے ایک ہی موم سے دو شمعون کی ساخت ہوتی ہے ایک بزم طرب مین منور کی جاتی ہے ایک طفل عزا مین فروزان ہوتی ہے۔ پس اگر خاندان مین ایک برا نکل گیا تو کیا سب برے ہو گئے ہرگز نہین ؎

رباعی

موجود ہنر ہون ذات مین جسکی ہزار
بد زن نہ ہو عیب اسمین اگر ہون دو چار
طاؤس کے پائے زشت پہ کر کے نظر
کہ حسن و جمال کا نہ اس کے انکار

وحید۔ مگر تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ایک مچھلی تالاب کو گندہ کرتی ہے۔
ظہیر۔ مگر وہ مچھلی تو اب تالاب سے نکل ہی گئی۔ اب کیا ہے۔ اب تو تالاب پاک ہو گیا۔
وحید۔ بس چپ مین ایسے گستاخ کلمات تیرے منھ سے نہین سننا چاہتا ہون۔ خدا کی مار ایسی اولاد پر کہ جو باپ کے روبرو اس طرح آنکھین ملا کر بات کرتا ہے۔

ظہیر۔ میرے دل نے۔۔۔۔۔۔۔
وحید۔ (بیوی کی طرف مخاطب ہوکر) دیکھو بھئی اس کو خاموش کرو۔ ورنہ اسوقت اچھا نہ ہوگا۔ مردود کی جان ہی لے لوں گا۔
ظہیر۔ موت و زندگی خدا کے ہاتھ ہے۔ اگر اس کو منظور ہے تو مین طیار ہوں مگر مین یہ ضرور کہوں گا کہ مین اس کے سوا اور کسی سے شادی نہ کرونگا۔
وحید۔ دیکھو ظہیر مین پھر کہتا ہوں کہ ہوش مین آؤ۔ باپ کے سامنے اسقدر گستاخ اور زبان دراز نہ ہو۔
ظہیر۔ ہوش کیسے یہ تو کب کے مجھ سے رخصت ہو چکے۔ مین اپنی جان سے عاجز ہو گیا ہوں۔۔
وحید۔ مین ضرور دوسری جگہ تیری شادی کروں گا۔ دیکھوں تو کیسے نہین کرتا ہے۔
ظہیر۔ یہ بات دوسری ہے کہ آپ اس طرح سے مجکو پریشان کرتے ہین۔ اگر آپ کو شادی سے میرا آرام و آسایش منظور ہے تو میری مرضی کے مطابق کیجئے۔ ورنہ کسی دوسری جگہ کا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کریئے گا۔
وحید۔ جاجا۔ مین ان گیدڑ بھبکیوں کی پروا نہین کرتا ہوں۔
ظہیر۔ (قدموں پر گرکر) خدا کے واسطے میرے اوپر رحم کیجئے۔
وحید۔ ہرگز نہین۔ چل دور ہو میرے سامنے سے (یہ کہکر ٹھوکر سے اسے ہٹا دیتا ہے اور ماں اٹھا کر پاس بٹھاتی ہے اور رونے لگتی ہے۔
وحید۔ مین پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا مین شمیمہ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہین ہے کہ جو یہ میری عزت کے لینے پر آمادہ ہے۔

ظہیر خاموش اور روتا ہوا اپنے کمرہ مین چلا آتا ہے اور وحید الدین فوراً ایک رقعہ شادی کا رؤف کی والدہ کے پاس مشاطہ کے ذریعہ سے روانہ کرتا ہے کہ اگر ظہیر الدین کا عقد حسینہ کے ساتھ کر دین تو بہت بہتر ہوگا اور جواب کا انتظار کرتا ہے۔ وحید ایسا ضدی آدمی تھا کہ جو بات دلمین سماتی تھی اسے پورا ہی کر کے چھوڑتا تھا۔ اسنے سوچا کہ فوراً ظہیر کی شادی حسینہ

کے ساتھ کر دون۔ اس مین یہ فائدہ ہے کہ دو چار روز کے بعد غم غلط ہو جائیگا لیکن یہ سمجھا کہ ظہیر ہرگز کسی دوسری عورت سے شادی نہ کرے گا۔

باہر آکر ظہیر غمگین اور اداس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شفیع آیا اور پوچھا "کیا جو کچھ نصیب دشمنان طبیعت علیل ہے۔

ظہیر۔ نہین بھائی رنجیدہ رہتا تو اب عمر بھر کے لیے ہمارے ساتھ ہے۔ قصہ یہ ہے کہ والد صاحب نے مجھسے شادی کے بابت دریافت کیا اور مین نے اسکے جواب مین کہدیا کہ مین شمیم کے سوا ئے کسی اور کے ساتھ ہرگز ہرگز شادی نہ کرون گا۔ حالانکہ مین نے حد درجہ خوشامد کی لیکن ہائے ظالم باپ نے ایک نہ سنی اور کہا کہ مین بہت جلد تیری شادی دوسری عورت کے ساتھ کیے دیتا ہون بھائی شفیع اب مین کیا کرون مین کچھ بھی اب نہین کر سکتا۔ مین زہر کھا کے سو رہنا ہی بہتر خیال کرتا ہون

شفیع۔ یہ کیا لغو اور واہیات خیالات ہین مرنے سے کیا حاصل۔ کوئی اور ترکیب کی جائے گی۔ اچھا یہ بات بتاؤ کہ تمھارے والد نے تمھاری شادی کہان ٹھیرائی ہے۔

ظہیر۔ مجھسے انھون نے تو کچھ نہین کہا۔ مگر مین نے خفیہ ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ رؤف کی بہن حسینہ کے ساتھ۔ اس مین شک نہین کہ وہ بھی بہت خوبصورت ہے۔ مگر میری نظرون مین جو شمیم ہے وہ اور کوئی نہین ہو سکتا

شفیع یہ حال سنکر خاموش۔ اور آبدیدہ ہو گیا۔ ظہیر نے دریافت کیا تم رنجیدہ کیون ہو۔

شفیع۔ ظہیر تم سے ہم نے آج تک کبھی اور پوشیدہ نہین کیا۔ مگر ایک بات ضرور سنی ہے جو ہم نے تم کو آج تک نہین بتائی۔ اس لیے تم میری خطا کو معاف کرو۔ تم ضرور پوچھو کہ وہ کون سی بات ہے کہ جو مین نے تم سے چھپائی لیکن مجھے کہتے ہوئے غیرت آتی ہے۔

ظہیر۔ تمھین ضرور کہنا چاہئے۔ دوست سے اور شرم۔ تمھاری بھی کیا باتین ہین

شفیع۔ ہان اب تو مین ضرور کہدون گا۔ کیونکہ اگر چھپانا ہی مقصود تھا تو تم سے

کہتا ہی کیوں۔

شفیع۔ تو تو پھر سن لو اصل بات یہ ہے کہ میں بچپن ہی سے حسینہ پر فریفتہ تھا۔ مگر تب کی محبت اور تھی اور اب کی اور۔ اب وہ بھی جوان ہے اگر بچپن میں خوبصورت تھی تو جوانی نے اسمیں اب چار چاند لگا دیے۔ آہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی تھی اور کرتی ہے۔ اسکی صورت مجھکو اسقدر پیاری معلوم ہوتی ہے جیسے کہ شمیمہ کی تمکو۔ بس اب تم خود بھی خیال کر سکتے ہو کہ میرے کہنے کا کیا مفہوم ہے۔ مشکل یہ ہے کہ اس کا بھائی رؤف اسدن سے جس دن کہ شمیمہ کی بوئے گل عصمت منتشر ہونے والی تھی مجھے حد درجہ بغض و عناد رکھتا ہے میری والدہ نے تمہاری واکد سے پہلے ہی شادی کا پیغام دیا تھا۔ مگر رؤف کے بھڑکانے سے اس کی ماں نے مجھے صاف جواب دیدیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کر دینے پر راضی ہو جائے گا۔

ظہیر۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔ وہ راضی ہو جاوینگے۔ مگر میرا انکار اس سے شادی نہ ہونے کے لیے کافی ہے۔

شفیع۔ تمہارے انکار سے کیا ہوتا ہے۔ تمہارے باپ اور اس کی ماں راضی ہونگی تو پھر کیا ہو سکتا ہے

ظہیر۔ میں اسدن کے لیے زندہ ہی نہ رہونگا جس دن کہ حسینہ سے میری شادی ہونیکو ہو۔

شفیع۔ کیا خدا کی قدرت ہے میں جس کے لیے دیوانہ ہو رہا ہوں وہ مجھے خواب میں بھی نہیں ملتی اور تم کو اس کی چاہ نہیں تو خواہ مخواہ گلے پڑتی ہے۔

ظہیر۔ دوست تم اطمینان رکھو۔ میں ہرگز تمہاری معشوقہ کے ساتھ شادی نہ کرونگا۔ مگر کوئی ترکیب ایسی سوچو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی پر بھی کوئی ضرر نہ آئے۔

شفیع۔ ہاں ایک ترکیب میری سمجھ میں آتی ہے۔ مگر اس کا اظہار ایک خاص موقعہ پر کرونگا مجھے دیر ہوتی ہے۔ اس لیے گھر جا رہا ہوں۔ ورنہ اسیوقت بتا دیتا۔

ظہیر۔ اماں سنو تو۔ دیکھو بتاتے جاؤ۔ نہیں تو اچھا نہ ہوگا۔
شفیع۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ ضرور بتاؤں گا۔ اچھا سلام علیکم۔

چودھواں باب

نئے گرفتاران عشق و محبت

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبرد عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھسے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھسے

ایک خوشنما مکان کے باہری کمرہ میں ایک خوبرو جوان لڑکا تقریباً ۲۰ سال عمر کا سبز صافہ زیب سر کیے ڈھیلی مہری کا پائجامہ قمیص و اچکن پہنے چشمہ لگائے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ سوچ سوچ کر ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لے رہا ہے وہ دیکھیے کوئی کاغذ ہاتھ میں لیے پڑھ رہا ہے یہ لو اسنے تو اسے پڑھکر غصہ سے نوچکر پھینکدیا نہیں معلوم اس میں کیا لکھا تھا۔ پھر ان پھٹے ہوئے ٹکڑوں کو چنکر آنکھ سے لگایا اور باندھ کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ مگر یہ کیوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کاغذ رکھنے کے بعد اپنے اچکن اٹھا کر کھونٹی پر لٹکادی اور چارپائی پر لیٹ کر دل ہی دل میں کچھ باتیں کرنے لگا مگر تعجب یہ ہے کہ کمرے میں لیٹنے کے بعد بھی اس نے اپنا صافہ و چشمہ نہیں اتارا۔ اتنے میں ایک اور لڑکا اس ہی کی عمر کا آکر بیٹھ گیا گو قد میں اس سے بڑا نہیں مگر اسکا سبزہ آغاز ہو چکا ہے تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بولا کہ میاں سلیم تم چپ چپ کیوں رہتے ہو آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

سلیم (ایک ٹھنڈی سانس لیکر) بس میرا حال کچھ نہ پوچھو کہ کیا سوچ رہا ہوں کچھ بتانے کے قابل نہیں ہے۔ ؎

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں

سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے ہیں

وہی لڑکا۔ کچھ تو ضرور سوچ رہے ہو کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھتا ہوں

آدمی پہچان لیتے ہیں قیافہ دیکھکر
خط کا مضمون بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھکر

سلیم۔ ہاں خلیل تم سچ کہتے ہو معاملہ یہ ہے کہ آصف خاں اپنی چھوٹی لڑکی زبیدہ کی شادی میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں میں اول تو انکا نوکر ہوں دوسرے پھر وہ بھی مجھے اپنے بیٹے کے برابر سمجھتے ہیں۔ بھلا بتاؤ کہ میں کیونکر انکار کروں

خلیل۔ انکار کی وجہ اسمیں عیب کیا ہے

سلیم۔ خرابی تو کچھ نہیں مگر میں نے تو عہد کر لیا ہے کہ کسی کے ساتھ شادی نہ کرونگا۔

خلیل۔ ایسے عہد اکثر لوگ کیا کرتے ہیں میاں اگر اس کی صورت دیکھو تو سارا عہد و پیمان بھول جاؤ۔

کیا ہے عہد تم نے اس سے شادی نہ کرینگا
زباں سے کچھ نہ نکلے گا جب اسکا سامنا ہوگا

سلیم۔ نہیں میں نے ایسا عہد نہیں کیا جو کچھ دنوں کے بعد ٹوٹ جائے۔

خلیل۔ مگر دوست سلیم دیکھو میرا کہنا مانو تو ضرور شادی کر لو بڑی قسمت ہے ورنہ بیسیوں نے خواہش کی مگر آصف خاں نے کسی کے ساتھ منظور ہی نہیں کیا (یہ کہتے کہتے خلیل بہت رنجیدہ ہوگیا)

سلیم۔ کیوں بھائی تم رنجیدہ کیوں ہوگئے۔

خلیل۔ کیا بتاؤں میں بچپن ہی سے زبیدہ کی صورت پر دیوانہ ہوں مگر تعجب تو یہ ہے کہ اسے میرا ذرا بھی خیال نہیں۔

کیوں جان دے رہا ہے دل کے لگانے والے
معشوق بیوفا ہیں اب کے زمانہ والے

سلیم۔ یہ کہو تو وہ تمہاری منظور نظر ہیں بھلا پھر میں کس طرح اس سے شادی کر سکتا ہوں ایک تو دوست کی معشوقہ دوسرے پھر میں نے جس سے عہد کیا ہو

وہ شادی ہو جانے کے بعد کیا کہے گی۔
خلیل۔ تو کیا تم نے کسی عورت سے عہد کیا ہے تو ضرور بتاؤ شاید کہ میں بھی کچھ تمہاری مدد کر سکوں
سلیم۔ میں بتاتا ہوں کیونکہ تم نے بھی اپنا قصہ مجھے بیان کیا تھا مگر تم کچھ میری مدد نہیں کر سکتے۔ تو سنو قصہ یہ ہے کہ میں عرصہ سے ایک لڑکی پر عاشق تھا اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی تھی مگر کچھ ایسی پیچیدگیاں پڑ گئیں کہ میری اس کی شادی نہ ہو سکی۔ افسوس تو زیادہ اس کا ہے کہ موت نے اسے اپنے آغوش محبت لے لیا۔ بس اسی دن سے میں نے بھی گھر چھوڑ دیا یہ مجھ سے اس سے وعدہ تھا کہ بس آپس کے علاوہ کسی سے شادی نہ کریں گے۔
خلیل۔ آہ سلیم میں نے بھی اپنے تئیں پر طے کر لیا ہے کہ زبیدہ کے علاوہ کسی عورت کو اپنی بیوی نہ بناؤں گا حالانکہ یہ میں جانتا ہوں یہ بڑا ہی قبیح کام ہے عشق کا نتیجہ خراب ہوتا ہے دوسرے وہ آپ پر جان دیتی ہے میری طرف تو کبھی دیکھتی بھی نہیں۔
سلیم۔ مگر تم اطمینان رکھو کہ میں تمہاری نور نظر کے ساتھ ہرگز ہرگز شادی نہ کروں گا بلکہ جہاں تک ممکن ہو گا اس کو تمہارے ساتھ راضی کروں گا بس میرے دوست تم کچھ سوچ نہ کرو۔
خلیل۔ اچھا دوست دیکھو اسی عہد کی طرح اسے بھی رکھنا ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤ۔
سلیم۔ ہرگز نہیں (اسکے بعد خلیل اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا سلیم بھی کھانا کھا کر اپنی چارپائی پر لیٹ سو گیا۔ رات کو ۲ بجے کے قریب سلیم کے کمرے کا اندری دروازہ کھلا اور ایک لڑکی سفید چادر اوڑھے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اور سلیم کا پیر پکڑ کر ہلانے لگی۔
سلیم۔ (چونک کر) کون خلیل۔
لڑکی۔ خلیل نہیں بابا ایک تمہاری کنیز۔
سلیم۔ کیسی کنیز تم کون ہو۔

لڑکی۔ گھبرائیے نہین مین ہی زبیدہ ہون جسکے ساتھ آپ کی شادی ہونے والی ہے۔
سلیم۔ (اٹھکر بیٹھ گیا) میری شادی مجھے تو منظور ہی نہین ہے شادی کیونکر ہوجائیگی۔
زبیدہ۔ ہائے پیارے سلیم جب سے تم کو دیکھا ہے بس دل قابو مین نہین ہے دن رات تمھاری ہی صورت آنکھون کے سامنے پھرا کرتی ہے میرے والد تو کسی کے ساتھ شادی ہی نہ کرتے تھے مگر میری یہ حالت دیکھکر ان کو بھی رحم آگیا اور آپ کے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہوگئے۔
سلیم۔ واہ اچھی زبردستی ہے جب میرا دل نہین پسند کرتا۔ تو کیسے شادی کرلونگا۔
زبیدہ۔ کیا تمکو یہ لازم ہے دنیا مین کسی عاشق کا بھی دل نہ توڑنا چاہئے ورنہ اس کا بڑا عذاب ہوتا ہے۔
سلیم۔ یہ سچ ہے مگر مین ابھی بھی تمکو قائل کردونگا کہ بہت سے لوگ اپنے عاشقون کی طرف دیکھتے بھی نہین۔
زبیدہ۔ شاید ایسا کوئی بھی نہ ہوگا۔
سلیم۔ کہو تو مین تمھین ابھی بتادون۔
زبیدہ۔ ضرور بتاؤ مگر سلیم مین سچ کہتی ہون کہ انکار نہ کرو ورنہ میری جان کی سلامتی نہ سمجھو۔
سلیم۔ خدانخواستہ اگر تمھاری جان گئی تو بیچارہ خلیل بھی مرجائے گا۔
زبیدہ (غصہ ہوکر) کون خلیل ایسے بہت سے ہوتے ہین۔ مین سچ کہتی ہون کہ میرا دامن اب تم سے وابستہ ہے جہان تم ہوگے وہین مین بھی موجود ہونگی
سلیم۔ دیکھو کسی عاشق کا دل نہ توڑو بھلا جب تم کسی کو دکھ پہونچاؤگی تو سمجھ لو کہ تمھین بھی تکلیف کے سوا راحت نہین حاصل ہوسکتی۔
زبیدہ۔ یہ دل کی بات ہی مین کیسے خلیل سے محبت کرون وہ تو تمھارے لیے دیوانہ ہے افسوس شرم شرم۔ مین عورت ہوکر آپ سے ایسی باتین کہہ رہی

ہون مگر نہین یہ عشق سب سے کہلواتا ہے۔ مگر پیارے سلیم اتنے ظالم تو نہ بنو کچھ تو رحم کھاؤ مانا کہ تم خوبصورت ہو مجھ سی بدبخت و بدصورت عورت کے ساتھ کیسے عقد کروگے۔ مگر نہین تم صرف میری جان ہی پر رحم کھاکر اپنی لونڈی بنالو جو تمہارے نور نظر بنے گی مین دن رات اس کی اور تمہاری دونون کی خدمت کیا کرونگی مگر پیارے ہرگز انکار نہ کرنا۔

سلیم۔ دیکھو زبیدہ ہوش مین آؤ کیسی باتین کر رہی ہو میرے ساتھ شادی کرکے بہت پچھتاؤگی۔

زبیدہ۔ یون بھی سوائے پچھتانے کے اور کیا ہے۔

سلیم۔ نہین مین نے ایک عورت سے عہد کیا تھا کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ شادی نہ کرونگا مگر وہ بیچاری خدا جنت نصیب کرے انتقال کر گئی بھلا تم ہی بتاؤ کہ مین کس طرح اپنا عہد توڑون۔ مگر ہان یہ بتاؤ کہ تم یہان کیون آئین کیا مجھے بدنام کروگی۔

زبیدہ۔ نہین نہین مین جاتی ہون صرف تمہین سمجھانے آئی تھی تاکہ تم میرے باپ سے انکار نہ کرو مگر پیارے سلیم اگر خداوند کریم تمکو حسن کے ساتھ ہی رحم دل بھی دیتا تو بہت ہی اچھی بات تھی لیکن اس کے برخلاف تم بڑے ہی سخت دل ہو جو ایک عورت کی فریاد نہین سنتے وہ بے قسمت اسکی جس سے تمکو محبت تھی۔

سلیم۔ زبیدہ مین ظالم یا بیدرد نہین ہون مگر ایسی ہی مجبوری ہے ورنہ ضرور تمہاری خواہش کو پوری کرتا اور شاید کسی وقت تمہین معلوم بھی ہو جائے کہ کیا وجہ تھی جو مین تم سے شادی کے لیے نہین راضی ہوتا ہون۔ مگر اسکے بیان کرنے کا یہ وقت نہین اب تم جاؤ اور اگر میری خوشی چاہتی ہو تو بیچارے خلیل کے حال پر رحم کھاؤ اور اس سے شادی کرلو۔

زبیدہ۔ سلیم کیا باتین کرتے ہو کرسی پر بیٹھنے والے کے لیے پھاوڑا چلانا بڑا مشکل کام ہے اسی طرح میرے لیے بھی یہ غیر ممکن ہے کہ تمکو چھوڑ کر خلیل سے شادی کرون ہرگز نہین بس اب ایسی بات نہ کہنا مین جاتی ہون مگر اتنا سے

انکار نہ کرنا۔ یہ کہکر زبیدہ خاموشی کے ساتھ اندر جاکر اپنے پلنگ پر لیٹ رہی اور سوچنے لگی کہ اُف اوہ۔ سلیم کتنا پاکباز آدمی ہے مین صرف اسے آزمانے گئی تھی کہ دیکھون اس کی نیت عام آدمیون ہی کی طرح ہے یا نہین مگر بیشک اس کا سا صابر آدمی ملنا مشکل ہے اس نے ہاتھ لگانا تو در کنار کوئی ایسی بات بھی نہ کی جو محبت کی بو رکھتی ہوتی۔ مگر اس سے کیا ہوا میری محبت اور بھی زور پکڑ گئی۔ اس کی صورت کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے کیا وہ سچ ہی شادی نہ کرے گا دیکھو جو قسمت مین ہو اگر وہ راضی ہو گیا تو مین بہت جلد شادی ہو جانے کے بعد اس کا غم غلط کر دون گی۔ لیکن اس کا راضی ہونا ہی تو مشکل ہے۔ ادہر تو زبیدہ لیٹے ہی لیٹے یہ خیال کر رہی ہے اور ادہر سلیم بیچارہ بھی بڑے چکر مین ہے کہ کیا کرے انکار کرنا بھی بیجا ہے اور شادی بھی نہین کر سکتا پھر کیا کرنا چاہئے۔ اچھا خیر وہ دن آئے تو دیکھا جائے گا ابھی سے انکار بیجا ہے۔

پندرھوان باب

چوری یا دھوکا

یہ ہے احوال رنڈیون کا بار
ان کے کرتوت پر خدا کی مار

ناظرین کو بڑا اشتیاق ہو گا کہ مسی ہو جانے کے بعد سے پھر کچھ حال مسیارہ و روف کا نہ معلوم ہوا۔ سنئے رؤف جو صبح کو گھر آیا تو والدہ نے زیور رکھنے بابت پوچھا رؤف نے یہ کہکر ٹال دیا کہ ابھی وہ پلٹ کر نہین آئین اسکے بعد کھانا وغیرہ کھا پی کر خوب ٹھاٹ سے اپنے دوست ظہیر کے یہان پہونچا شفیع و ظہیر پہلے ہی سے بیٹھے ہوے کچھ باتین کر رہے تھے رؤف کو دیکھکر

اسلام وعلیکم کیا جناب کچھ ناراض ہین۔
رؤف۔ وعلیکم سلام جناب ناراضگی کی وجہ ہی کیا۔کچھ کُتے نے تو کاٹا نہین۔
شفیع۔ خفگی نہین تو پھر کیا کہ ہفتہ ہفتہ بھر غائب۔
ظہیر۔ اس کی شکایت نہ کرو بیچارے جلسہ کے انتظام مین رہے ہونگے ایک مقدم کام کو چھوڑکر یہان آنا کون فرض تھا۔
شفیع۔ ارے تو پھر جلسہ ہی مین پوچھ لیا ہوتا کیا دو ہی آدمیون سے کھانا یا جگہ گھٹ جاتی۔
رؤف۔ (جلسہ کا نام سنکر جاہلیت عارفانہ سے) جناب جلسہ کیسے۔
شفیع (ہنسکر) واہ جناب یہ خوب اونٹ کی چوری اور جھکے جھکے ہندوستان بھر مین تو نام ہوگیا ہمین لوگ نہ جانتے۔
ظہیر۔ تعریف تو یہی ہے اب کیا انکار کے علاوہ اقرار کرسکتے ہین۔
رؤف۔ (جھینپکر) معاف کیجئے مین نے بیشک غلطی کی کہ آپ لوگون کو ایسے بڑے دوست ہوتے ہوئے بھی مدعو نہ کیا مگر اس مین صرف یہ خیال تھا کہ آپ لوگ ناصح مشفق بنکر تمام نشیب و فراز سمجھا کر میرے کام مین رخنہ انداز ہوے گا۔
شفیع۔ اجی جناب جو چاہو سو کیجئے خدا نے صاحب جائداد کیا ہے سب جائداد تو شاید انھین کے نام لکھدی ہوگی۔
رؤف۔ ہوگا اس جھگڑے کو ہٹائیے اسی سے تو مین آتا نہین تھا۔
ظہیر۔ (ہنسکر) تو بلانے کون گیا تھا۔
رؤف۔ اچھا خطا ہوئی معاف کیجئے اب کبھی خطا نہ ہوگی۔
شفیع۔ دیکھو رؤف ناراض نہ ہو ہم لوگ تمھارے ہی فائدے کے ساتھی ہین نہ کہ کچھ تم سے مطلب کرتے ہین۔ ماننا نہ ماننا تمھارا کام ہے سمجھانا ہمارا۔
ظہیر۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ تم اسقدر پڑھے لکھے ہوکے پھر بھی اس کوچہ یاشی مین در آنا چلے گئے یہ یاد رکھنا کہ گھر کا ایک ایک برتن تک بک جائین گے۔
رؤف۔ ایسی کچی گولی نہین کھیلتے۔ دنیا کیسا ہین خود ہی اس سے بے مرونگا۔

ظہیر۔ اگر ایسا تھا تو پھر یہ ۵ ہزار روپیہ کیون دیا تھا۔
رؤف۔ واہ۔ اگر آج میری بیاہتا بیوی کوئی جلسہ کرتی تو کیا مین اسے روپیہ نہ دیتا دوسرے وہ بھی تو نکاح پڑھانے کے لیے راضی ہے۔ میرے اوپر تو یہان سے مرتی ہے اگر ایک دن نہ جاؤن تو شکایتون کے دفتر کھول کر رکھ دیتی ہے۔
شفیع۔ یہ بات ہے۔ اگر ایسے ہی عقل پر پردے پڑے ہین تو پھر کیا نکاح پڑھا لیجئے۔ مگر ہان اتنا ضرور یاد رکھنا کہ وہ کبھی بے وفائی کے علاوہ وفا نہ کرے گی۔
ظہیر۔ اور ساتھ ہی ساتھ تمھین بھی جان ہی دیتے بنے گی۔
رؤف۔ خیر یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔
یہ کہکر رؤف کچھ کشیدہ خاطر ہوکر یہان سے گھر چلا گیا اور ۴ بجے کے قریب خوب بن ٹھن کر چوک کی راہ لی اور سیدھا مہ پارہ کے کمرے پر پہونچا مہ پارہ نے دیکھتے ہی کہا کہ بڑے بے مروت۔ طوطا چشم ہو اگر تم کو مجھ سے محبت ہوتی تو بھلا چین پڑ سکتی تھی ہین تو دن بھر ماہی کے بے آب کی طرح تڑپا کی۔
رؤف۔ پیاری میرا بھی یہی حال تھا جو تم اپنی کیفیت بیان کرتی ہو لیکن اگر گھر نہ جاتا تو والدہ صاحبہ مشکوک ہو جاتین۔
مہ پارہ۔ مگر اس طرح کب تک کام چلے گا یہان کوئی دوسرا آشنا تو ہے نہین جو اس سے دل بہلایا کرون صرف تم ہی ہو اور تمھارا یہ ہے تو میری تو زندگی محال ہو جائے گی۔
اتنے مین لڈن و بڑی بی بھی رؤف کو مبارکباد دیتی ہوئی ایک طرف آکر بیٹھ گئین بڑی بی نے پاندان کھول کر پان لگائے اور سب کو دیئے اسکے بعد بولین ورے بیٹا آج تنخواہ کے بابت طے ہو جانا چاہیئے۔
رؤف۔ ہان ہان ضرور میان لڈن آپ ہی ٹھیک کر دیجئے۔
مہ پارہ (بناوٹی محبت کی نظرون سے رؤف کی طرف دیکھکر) امان تنخواہ کا

طے ہونا کیسا تمھین اپنے خرچ بھر کا ملجایا کرے گا مجھے کچھ ضرورت نہین مین تو نکاح ہی پڑھا لون گی۔

بڑی بی۔ ارے واہ لڑکی۔مین نے جو تجھے عمر بھر پالا پوسا تو کیا اس دن کے واسطے۔

رؤف۔نہین۔جو آپ کہئے مین دینے کو تیار ہون۔کیون جی لڈن ٹھیک ہے نہ۔

لڈن۔اس کی بابت تو بڑی بی ہی کو اختیار ہے۔

مہ پارہ۔اسکا حق امان کو نہین بلکہ مجھے ہے میرا جو دل چاہے گا سو کرونگی

بڑی بی۔ارے واہ نواب صاحب کیا میری لڑکی پر جادو کر دیا ہے مگر یہ سمجھ لیجئے کہ مین بغیر تنخواہ لیے ہرگز اسے آپ سے نہ ملنے دون گی۔

رؤف۔نہین اس کی ضرورت نہین جو آپ کہئے مین تنخواہ دینے کو حاضر ہون۔

بڑی بی۔ ۲ ہزار روپیہ ماہوار اور پاندان کا خرچ الگ سے۔

لڈن۔ (قطع کلام کرکے) کیا نواب صاحب کو بیوقوف سمجھ لیا ہے (رؤف سے) ہرگز ہرگز اتنا نہ دیجئے گا۔

مہ پارہ۔اچھا تو ناراض نہ ہوتے امان اسوقت غصہ مین ہین مین منالونگی (بڑی بی کے گلے مین ہاتھ ڈال کر) دیکھو امان بس تم ۱ ہزار روپیہ ماہوار لے لیا کرنا جو نواب صاحب کبھی ہمیشہ دے سکیں۔

بڑی بی۔اری ناخلف لڑکی اب تو جو تو کہے گی لے لون گی مگر یہ سمجھ لے کہ تو نے مجھے بڑھاپے مین بڑا دکھ دیا۔

لڈن۔ہان اگر آپ کو منظور ہو تو ٹھیک ہے ورنہ جانے دیجئے۔

رؤف بیچارہ ۱ ہزار سے بھی کم کہنا چاہتا تھا مگر اب مہ پارہ کی بات کیونکر ٹالتا۔جبراً راضی ہوگیا اور کہا کہ اچھا مین کل ۱۰۰۰ ہزار روپیہ لادونگا اور پاندان کا خرچ بھی دے دونگا مگر اب مین جاتا ہون انشاء اللہ کل ہی آؤن گا۔

مہ پارہ۔ واہ نواب صاحب اب چلے کہاں رات کو یہیں رہنا پڑے گا۔

روشن۔ بھلا میں رات کو یہاں کیسے رہ سکتا ہوں۔

بڑی بی۔ ارے تو جانے دے، تو کیوں روکتی ہے۔

مہ پارہ۔ میں تو ہرگز نہ جانے دوں گی ابھی کوئی بات جھگڑیں کچھ بہانا کر دینا مجھے رات تو اکیلے ڈر لگتا ہے۔

یہ کہکر مہ پارہ نے روشن کا دامن پکڑ لیا اور لپٹ گئی اب بھلا روشن کی کیا مجال تھی جو چلے جاتے۔ پہلے ہی سے اس کے تیر مژگان کے شکار تھے رات کو رہنے کو تیار ہو گئے تھوڑی دیر میں کھانا بڑی بی نے لا کر رکھا اسے روشن و مہ پارہ نے تناول کیا کھانے سے فراغت پاتے ہی بڑی بی پان لیکر آئیں اور انہیں سے اشاروں ہی اشاروں میں کچھ کہا۔ انہیں صاحب تو سلام کر کے چلے گئے بڑی بی بھی دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر لیٹ رہیں اور ادھر روشن و مہ پارہ بھی اپنے دلوں کی حسرتیں نکالنے میں مصروف ہو گئے باقی رات بھر کا حال ہمیں نہیں معلوم ہاں اتنا ضرور پتا چلا کہ مہ پارہ نے سوتے وقت سارا زیور اتار کر روشن کو دیدیا تھا کہ اپنے گھر لیتے جائیے گا۔

صبح ہوتے ہی بڑی بی واویلا مچاتی ہوئی مہ پارہ کے کمرے سے نکلتی دوڑیں کہ ہائے میں لٹ گئی اب کیا کروں گی۔ روشن وغیرہ کی بھی آنکھ اسی گڑبڑ میں کھل گئی۔ پوچھا کہ کیا ہوا بڑی بی نے رو کر جواب دیا کہ چوری ہو گئی۔ میری ساری عمر بھر کی کمائی لٹ گئی چوری کا نام سنکر روشن نے اپنے زیوروں کی طرف دیکھا مگر وہ بھی غائب تھے اب کیا تھا مہ پارہ بھی رونے لگی غرضکہ گھر بھر میں کہرام مچ گیا ہوتے ہوتے پولیس کو بھی خبر ہو گئی اور تھانے دار و کوتوال سب کے سب آ کر دروازے پر متعین ہو گئے [illegible] بھی یہ خبر سن کر آ گئے اور رپٹ لکھنے میں شرکت کر لی۔

پولیس نے معائنہ کیا معلوم ہوا کہ نقب نہیں لگی بلکہ دروازہ کی کنڈی اتر گئی ہے اور باقی دروازے تو بند ہی تھے۔ اب [illegible] کچھ معلوم

نہ ہوسکا جب سب لوگ چپ ہو کر بیٹھ رہے تو کوتوال صاحب نے پوچھا۔

کوتوال۔ کیوں تمہارا کیا مال گیا ہے۔

بڑھیا۔ بس جو کچھ تھا سب چلا گیا ارے میرے تو عمر بھر کی کمائی لٹ گئی (رو کر)۔

کوتوال۔ جو کچھ [illegible] ڈرو نہیں صاف صاف بتاؤ کیا کیا گیا۔

بڑھیا۔ ارے صاحب۔ [illegible] روپیہ کے نوٹ اور تھوڑا زیور بکس میں تھا اسکے علاوہ [illegible] قریب کا زیور نواب صاحب کا تھا جو اس کمرے میں رکھا تھا۔

کوتوال۔ (لکھ کر) اچھا۔ یہاں کون کون آتا تھا۔

بڑی بی۔ یوں تو میرے یہاں سوا نواب صاحب والٹن کے کوئی نہیں آتا مگر پرسوں جلسہ تھا تبھی لوگ یہاں آئے تھے میں کس کس کو کہاں تک بتاؤں گی۔

کوتوال۔ بھلا تم کو کسی پر شک بھی ہے۔

بڑی بی۔ نہیں [illegible] یوں لٹن [illegible] کے آدمی ہیں [illegible] نواب صاحب ضرور [illegible] انہیں کچھ نہیں [illegible]۔

کوتوال پولیس نے تمام بیانات نوٹ کر لیے اور تحقیقات شروع کر دی مختصر قصہ یہ کہ کوتوال کو [illegible] میاں لٹن کے اوپر شک ہوا اس نے سوچا کہ یہ اسی کا کام ہے [illegible] ایسا کر سکتا ہے مگر اسے گرفتار کرنے سے کیا ملے گا اس لیے [illegible] گرفتار کر کے حوالات [illegible] بی سے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں [illegible] جائے گا یہ کہہ کر پولیس والے تو چلے گئے اب لٹن وغیرہ [illegible] شروع [illegible] ہوشیاری تو

لٹن۔ یہ تو معاملہ ٹھیک نہ ہوا۔ گو ہمارا سب کام ہوشیاری کے ساتھ ہو گیا اور کسی کو شک نہ ہوا۔ مگر [illegible] صاحب کا گرفتار ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

بڑی بی۔ ہاں [illegible] گئے

لٹن۔ جب تک گھر سے [illegible] نہ گیا ہے تب تک تو کچھ کام ہی نہ کیا۔

بڑی بی۔ پھر اب کیا ہو سکتا ہے پولیس کا معاملہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ الٹی آئین گلے پڑ جائیں۔

مہ پارہ۔ دیکھو اماں خوب سمجھ سوچ کر کام کرنا زیادہ لالچ برا ہوتا ہے اور طمع بعض وقت انسان کو نیچا دکھاتی ہے اور پھر اسے دست افسوس ملنا پڑتا ہے مجھے اسوقت ایک حریص لالچی مہاجن کا قصہ یاد آگیا جو میں نے اپنے بچپن میں سنا تھا۔

لڈن۔ کیا قصہ ہے کہو تو ذرا میں بھی سنوں۔

مہ پارہ۔ لو سن لو۔ پرانے وقت میں کوئی مہاجن تھا جو شہر کے کنارے پر رہتا تھا۔ کسی غریب آدمی نے ۴۰۰ روپیہ امانتاً اسکے پاس رکھکر کہا تھا کہ مجھے جب ضرورت ہوگی میں لے لوں گا۔ مہاجن نے کہا کہ جب تمہارا جی چاہے لے لو یہ بھی تمھارا ہی گھر ہے۔ اسکے بعد مہاجن نے وہ روپیہ اپنے خزانے میں شامل کر دیا جو کہ زیادہ تر ایسی ہی رقموں سے پر تھا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ آدمی پھر آیا اور اپنے روپیوں کی درخواست کی مگر مہاجن نے پوچھا کہ تم کیوں یہاں آئے اور کون ہو۔ اسنے کہا کہ مجھے وہ روپیہ دے دیجئے۔ اس نے کہا کہ کیسا روپیہ اور کسے دیا تھا۔ غرضکہ اس نے روپیہ نہ دیا اور وہ غریب روتا ہوا بادشاہ وقت کے دربار میں پہونچا اور فریاد کی کہ میری مدد کرنے بادشاہ نے کہا کہ جب تمھارا گواہ نہیں تو میں کس طرح تمھارا روپیہ دلا سکتا ہوں یہ سنکر غریب پلٹنے لگا تو بادشاہ کی بیوی نے کہا کہ ٹھہرو شخص میں تیرا روپیہ دلادوگی تو ٹھیک ۱۲ بجے دن کو کل اسی مہاجن کے مکان پر جاکر تقاضہ کرنا بس پھر دیکھ لینا۔

دوسرے دن شہزادی نے مردانہ شاہی لباس پہنکر جنگل کا راستہ لیا مہاجن کے گھر پہونچکر پانی کی خواہش ظاہر کی اس نے تھوڑا پانی لاکر پلا دیا اسکے بعد شہزادی نے مہاجن سے کہا کہ میں شاہ چین کا لڑکا ہوں اپنے باپ سے ناراض ہوکر مع اپنے دوباوفا نوکروں کے ساتھ یہاں بھاگ آیا ہوں یہاں سے تھوڑی ہی دور جنگل میں میرا خیمہ پڑا ہے میرے ساتھ بڑا کھا اشرفیاں ہیں

ڈاکوؤں کے ڈر کے مارے میں انھیں جنگل میں نہیں رکھنا چاہتا۔ اگر تم راضی ہو تو میں یہیں لاکر رکھ دوں جب میں چاہوں گا تب لے لوں گا اور تم کو بھی اچھا خاصہ انعام دوں گا۔ مہاجن نے کہا کہ میں ہر طرح تیار ہوں یہ بھی حضور ہی کا گھر ہے شوق سے لاکر میرے خزانے میں رکھ دیجئے ابھی مہاجن نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ آدمی آگیا اور کہا کہ ذرا میرے دو ہزار روپیہ جو میں رکھ گیا تھا دیدیجئے۔ مہاجن نے دلمیں کہا کہ کس برے وقت کمبخت آیا ہے اب اگر روپیہ نہیں دیتا ہوں تو یہ بلوہ کرے گا اور وہ ۲۰ لاکھ اشرفیاں جو ملنے والی ہیں پھر ہاتھ نہ لگیں گی۔ مگر یہ تو ۲۰۰ کے بجائے ۶۰۰ اور زیادہ مانگتا ہے لیکن خیر ۶۰۰ کو جانے دو تو ۲۰ لاکھ مل بھی جائیں گے۔ یہ خیال کرکے وہ اندر خزانے میں گیا اور ۲۶۰۰ کی تھیلی ہاتھ میں لٹکائے ہوئے باہر آیا اور اسے دے کر کہا کہ بھیا اپنا گن لو کم تو نہیں ہے۔ وہ تھیلی پاتے ہی چلا گیا اور ادھر مہاجن نے کہا کہ بس وہ اشرفیاں لاکر رکھ دیجئے۔ شاہزادی نے کہا کہ تم کتنے بیوقوف مہاجن ہو بھلا کیا میں مزدور ہوں جو ابھی لے آؤں۔ ہاں اب میں جاتا ہوں اور شام تک اپنے نوکروں پر لدوا لاؤں گا۔ مہاجن نے کہا خیر شام ہی تک سہی۔ اسکے بعد شاہزادی چلی گئی اور مہاجن شام تو شام ہی ہے رات بھر انتظار دیکھا کیا مگر وہ چڑیا تو فرضی تھی کہاں پھنس سکتی تھی آخر کار افسوس کرکے بیٹھ گیا اور کہا کہ اگر میں لالچ میں نہ آتا تو بھلا یہ ۶۰۰ گھر سے کیوں جاتے۔

یہ کہکر مہ پارہ نے کہا کہ دیکھئے کہیں ایسا ہی قصہ نہ ہو۔ ۲ لاکھ سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

لڈن۔ تم بچہ ہو تمہیں کیا سمجھ ہے یہاں ایسے سیکڑوں پھانسے اور نکال دیئے۔

بڑی بی۔ اچھا پھر تو کوئی ترکیب کرو۔

لڈن۔ (مہ پارہ سے) تم کوتوالی جاؤ۔ اور کوتوال صاحب سے کہو کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس کی چوری ہو وہی پکڑا جائے لہذا فوراً نواب صاحب کو چھوڑ دیجئے ورنہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب سے کہوں گی۔ یقین تو ہے کہ کوتوال رعب میں آکر چھوڑ دے ورنہ کچھ رشوت دے کر کام نکالنا چاہیئے۔

مہ پارہ۔ اچھا میں ابھی جاتی ہوں مجھے ۵۰ روپیہ دیدو۔
لڈن۔ خوب ڈیٹ کر بات کرنا تمھاری صورت سے ضرور کوتوال صاحب ڈھیلے پڑ جائیں گے اور دیکھو اگر رؤف چھوٹ جائے تو کہنا کہ ۵۰ ہزار روپیہ میں نے کوتوال کو دیا ہے تب تمھاری رہائی ہوئی ہے۔

اسی عرصہ میں مہ پارہ نے عمدہ پوشاک زیب تن کی اور بن ٹھن کر ایک کرایہ کی ٹمٹم پر بیٹھ کر کوتوالی پہونچی اور کوتوال سے کہا کہ جناب آپ نے نواب صاحب کو کس بناء پر گرفتار کیا ہے۔

کوتوال۔ ہمکو شک ہے کہ یہ انھیں کا کام ہے اس لیے ہمنے گرفتار کیا۔
مہ پارہ۔ دنیا کا خون سفید ہوگیا ہے کیا غضب ہے کہ میرا ہی مال جائے اور میرا ہی شوہر گرفتار ہو مجھے اپنیر بالکل شک نہیں ہے یہ سمجھ لیجئے کہ آخر میں آپ ہی کو ذمہ دار ہونا پڑے گا۔

کوتوال۔ تو کیا آپ کا مطلب ہے کہ میں بغیر جانچ کئے چھوڑ دوں۔
مہ پارہ۔ آپ کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ میں نے سوچا کہ پہلے آپ سے کہدوں ورنہ آپ شکایت نہ کیجئے۔ میں تو سیدھی اب ڈپٹی کمشنر کے پاس جاتی ہوں۔ اگر اب نہیں تو تب چھوڑنا پڑے گا۔ یہ کہکر مہ پارہ پلٹی۔

کوتوال۔ تو آپ ناراض کیوں ہوتی ہیں آپ ہی کے فائدے کا ساتھی تھا اگر آپ کو گراں گذرتا ہے تو لیجئے میں ابھی چھوڑے دیتا ہوں۔
مہ پارہ۔ نہیں مجھے ایسا فائدہ نہیں منظور ہے آپ برائے مہربانی فوراً انھیں حراست سے چھوڑ دیجئے۔

اسکے بعد کوتوال نے فوراً ایک سپاہی سے کہکر رؤف کو حوالات سے رہا کر دیا میاں شرماتے ہوئے فٹن پر بیٹھکر چلدیئے ناظرین غور کیجئے کہ رؤف کو کیسی ذلت نصیب ہوئی خود اس ہی کا مال گیا اور اسی ہی کو حوالات میں بھی رہنا پڑا۔ آہ یہ رنڈی بازی کی منزل کا پہلا سفر ہے آگے دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے۔ غرضکہ رؤف پشیمان و خجل مہ پارہ سے باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا کہ راستے میں لڈن بھی آ ملے اور وہ بھی فٹن پر بیٹھ گئے اور یوں سلسلہ کلام شروع ہوا۔

لڈن - کیوں بھلا مہ پارہ اگر سیٹھ ہماری لعل اسوقت روپیہ نہ دیتے تو بھلا کیونکر کام چلتا۔

مہ پارہ - ارے میں اپنی جان بچا لاتی۔ مگر ہاں ہزار ایک تو اسقدر جلدی کبھی ۵۰ ہزار روپیہ نہ دیتا۔

روف - کیا کچھ رشوت بھی دینی پڑی۔

لڈن - واہ جناب واہ بھلا پولیس اور بغیر رشوت چھوڑ دے آپ اپنے باپ سے لے لے تب کی سند ہے۔

مہ پارہ - بھلا ۵۰ ہزار کی کیا حقیقت ہے جان بڑی چیز ہے وہاں تمام تکلیفیں پہونچتی اور بدنامی بھی ہوتی اب تو لوگ جانیں گے بھی نہیں

روف - ہاں جی تو تم نے عقلمندی کی جان ہے تو جہان ہے - عزت تو بچ گئی۔

راوی - کیوں نہیں عزت تو بالکل ہی بچ گئی۔

اتنے میں گھر آگیا بڑی بی دیکھتے ہی رونے لگیں اور چٹ چٹ بلائیں لینے لگیں۔ اور کہا کہ مجھے اتنا افسوس ہوا کہ کچھ نہ پوچھو کیا کہوں مگر کیا میں تو لٹ گئی بس اب آپ ہی مدد کیجئے تو کام چلے۔ روف نے کہا کہ اچھا میں گھر جاتا ہوں اور ابھی روپیہ کا بندوبست کرتا ہوں۔

لڈن - وہ ۵۰ ہزار روپیہ جہانتک جلدی دیدیجئے گا ورنہ سود در سود بڑھتا ہی جائے گا۔

سولھواں باب

والدہ کی ناراضگی

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی
گریباں پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

سرپارہ کے یہان کی چوری کوئی معمولی بات نہ تھی صبح سے کچھ ہی دیر
بعد اسکی خبر سارے شہر بھر مین پھیل گئی۔ ظہیر و شفیع نے جو سنا تو فوراً
انکا دل دھڑکا اور اصلیت دریافت کرنے کے لیے چوک گئے وہان معلوم
ہوا کہ رؤف صاحب حوالات مین مقیم ہین یہ سنکر دونون کے حواس غائب
ہوگئے اور الٹے پاؤن پھر کر رؤف کی والدہ کے پاس پہونچے۔

ظہیر۔ جناب کچھ رؤف میان کا حال بھی معلوم ہوا۔

رؤف کی والدہ۔ کیون بیٹا خیر تو ہے کل تو وہ رات کو بھی نہین آیا۔

ظہیر۔ اجی حوالات مین بند ہین۔

والدہ رؤف۔ (یہ سنتے ہی زمین پر گر پڑی اور گھبرائی ہوئی آواز مین پوچھا)
ارے بیٹا کیون حوالات جانے کی وجہ۔

شفیع۔ عیاشی کرنے کا نتیجہ۔

والدہ رؤف۔ ارے تو کیا میرا بیٹا عیاشی ہوگیا وہ تو ایسا نہ تھا۔

ظہیر۔ اب تو ہے ہم لوگون نے بڑی کوشش کی کہ اس کام سے باز آوے
مگر وہ کب ماننے والے تھے۔

والدہ رؤف۔ تو آخر بیٹا حوالات کیون ہوئی۔

ظہیر۔ کیا رؤف آپ کے زیور لے گیا تھا۔

والدہ رؤف۔ ہان بیٹا وہ میرے سب زیور لے گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ
ایک دوست کی بیوی) نے مانگے ہین۔

ظہیر۔ یہی زیور تو حوالات لیجانے کے باعث ہین رنڈی نے سب زیور غائب
کر دیے اور اپنا بھی روپیہ وغیرہ غائب کر کے کہدیا کہ چوری ہوگئی۔

والدہ رؤف (اتنا سنکر بیہوش ہوگئی) ہوش آنے پر کہا کہ بیٹا پھر جاؤ
کسی طرح انھین میان کو چھڑا لاؤ۔

شفیع۔ بہت اچھا ہم ابھی جاتے ہین آپ گھبرایئے نہین۔ انشاء اللہ ابھی انھین
لاتے ہین۔

والدہ رؤف۔ کیسے بُرے دن ہین افسوس عزت بھی گئی اور تمام زیور بھی گئے

اب میں کسی طرف کی نہ رہی کسی کو کیا منہ دکھاؤنگی۔

اس کے بعد شفیع و ظہیر کوتوالی کی طرف چلے ابھی جا ہی رہے تھے کہ رؤف میاں مل گئے۔

ظہیر۔ کہئے میاں رؤف خیریت تو ہے۔

رؤف۔ (منہ بنا کر) ہاں ہاں آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔

شفیع۔ آپ ہی کو حوالات سے لانے جا رہے تھے۔

رؤف (حوالات کا نام سنکر سمجھا کہ یہ سب معاملہ جان گئے) اجی تو میں حوالات کیوں جانے لگا نفس چوری کی رپورٹ لکھوانے کوتوالی گیا تھا۔

شفیع۔ ارے بھائی خدا سے ڈرو اتنا تو جھوٹ نہ بولو ہم لوگ سب جانتے ہیں میاں یہ عیاشی ہے ابھی تو حوالات ہی گئے تھے آگے کالے پانی ہی کی نوبت آویگی۔

رؤف۔ جھینپکر (جناب) اسکی محبت تو دیکھئے کہ خود ہی بیچاری جاکر چھڑا لائی۔

ظہیر۔ تم بیوقوف ہو برا نہ ماننا یہ بھی اس کی چال ہے۔

اسکے بعد یہ لوگ باتیں کرتے رؤف کے گھر پہونچ گئے۔ رؤف کی ماں نے دوڑکر آتے ہی محبت سے اپنے گلے لگا لیا ادہر تو یہ ہو رہا ہے ادہر شفیع میاں گھر کے ہر طرف نظر دوڑا رہے ہیں کہ شاید حسینہ کی صورت دیکھ لیں مگر کہیں پتہ نہیں تھا۔

والدہ رؤف۔ (روتے ہوئے) بیٹا سارے خاندان کی عزت تمنے برباد کی بھلا یہ شریفوں کے شیوہ ہیں

رؤف۔ (دھیمی آواز سے) جو ہونا تھا ہو گیا۔

والدہ رؤف۔ اب بھی باز آؤ یہ حرکتیں چھوڑ دو دنیا تم کو کیا کہے گی۔

رؤف کی آنکھ کا پانی اتنا ڈھل چکا تھا کہ اتنا معاملہ ہو جانے پر بھی اسے شرم نہ آئی اور اپنی ماں سے کہا کہ اسوقت مجھے ۲۰ ہزار روپیہ کی سخت ضرورت ہے میں قرضدار ہو رہا ہوں [illegible] آیندہ ایسی حرکتیں چھوڑ دوں گا۔

والدہ رؤف۔ بیٹا روپیہ تمکو ہرگز نہ دوں گی۔ رنڈی باز کو روپیہ دینا گویا

سوکھے ہوے پودے مین پانی چھوڑکر اس کو سبز کرنا ہے۔
رؤف۔ دیکھو اگر تم نے روپیہ نہ دیا تو مین آج ہی سے اس گھر کو الوداع کہتا ہون اور کبھی پھر میری صورت نہ دیکھ پاوٗ گی۔
مان کی محبت تو ظاہر ہی ہے بھلا اتنا سنکر اسے کہان سے چین پڑتا۔ کہا کہ جاوٗ جو روپیہ بنیک مین جمع ہے لیلو مگر پھر آیندہ مین ایسی باتین نہ سنون۔
رؤف۔ وہ روپیہ تو مین پہلے ہی خرچ کر چکا۔
والدہ رؤف۔ (غصہ ہوکر) جاو ناشدنی میرے سامنے سے دور ہو بدبخت ۸۰ ہزار روپیہ سب برباد کر دیا اور پھر مجھسے اور مانگتا ہے سارا زیور بھی تونے کھو دیا ہوتا تو آج حسینہ کی شادی ہی مین کام آتا۔ اب مجھے سب زیور بھی بنوانا پڑے گا جا بس میرے سامنے سے چلا جا مین ہرگز تیری صورت نہین دیکھنا چاہتی اتنا کہا اور رونے لگی شفیع و ظہیر اسے سمجھانے لگے اور رؤف غصہ ہوکر باہر چلا گیا۔
ظہیر۔ بس یہ آپ نے اچھا کیا جو اسے روپیہ نہین دیئے ورنہ ہرگز وہ اپنی ناشائستہ حرکتون سے بعض نہ آتا۔ اور اب آپ تھوڑے ہی دنون کے بعد دیکھئے گا کہ خود آکر آپکی خوشامد کرے گا۔
والدہ رؤف۔ بے اب تم اس کا نام میرے سامنے نہ لو۔ مین سمجھون گی کہ تم ہی میری اولاد ہو مجھے اب بیٹا ہی کتنے دن ہے صرف حسینہ کی شادی کردون پھر تم دونون آرام سے رہنا۔
شفیع۔ مان آج حسینہ کہان ہین کہا کہین گئی ہین۔
والدہ رؤف۔ نہین بیٹا وہ تو مانجھے بیٹھی ہے کیا تمھین نہین معلوم کہ اسکی شادی ہونیوالی ہے۔
شفیع (تجاہل عارفانہ سے) کس کے ساتھ۔
والدہ رؤف۔ تمہارے دوست ظہیر کے ساتھ۔
شفیع۔ (جھوٹی ہنسی ہنسکر) مبارک ہو۔

والدہ رؤف۔ ہاں بیٹا مجھے جلدی ہے تاکہ میری آنکھوں کے سامنے یہ کام ہو جائے موت زندگی کا کیا اعتبار آج ہوں کل نہیں۔ اگر مر گئی تو حسینہ کی مٹی ہی خراب ہوئی۔

ظہیر۔ چلو جی شفیع چلو۔ مجھے دیر ہوتی ہے۔

سترھواں باب

رنڈی کی بیوفائی

ہم کو ان سے وفا کی تھی اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

رؤف گھر سے چلا تو سیدھا بینک پہونچا اور جو کچھ روپیہ وہاں تھا سب لے کر مہ پارہ کے یہاں گیا۔ وہاں کچھ اور ہی مضمون نظر آیا دیکھا کہ سیٹھ جی بی مہ پارہ کے بغل میں بیٹھے ہوئے اختلاط کر رہے ہیں۔ بڑی بی والدہ بھی بیٹھی ہیں رؤف یہ سین دیکھکر چکرایا کہ یہ سیٹھ جی کہاں سے نازل ہوئے۔ للن نے کچھ اشارہ کیا مہاجن تو یہ کہکر کہ کل آؤں گا چلدیئے اور رؤف نے تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کہا کہ میاں للن بڑا غضب ہو گیا اماں جان کو سب حال معلوم ہو گیا میں نے جو روپیہ مانگا تو بڑی لمبی خبر لی اور مار پیٹ کر گھر سے نکالدیا اب میں کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

للن۔ میں کیا بتاؤں۔

بڑی بی۔ تماشبینی تو روپیہ ہی کی ہے اگر روپیہ نہیں تو اپنے گھر کی راہ لیجئے۔ ابھی ابھی جو مہاجن یہاں بیٹھا تھا ڈیڑھ ہزار دینے کو تیار تھا میں تو راضی تھی مگر مہ پارہ نے کہا کہ ایک سے زبان دے چکی ہوں یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

رؤف۔ (غصہ ہوکر) ارے تو اپنی تنخواہ ہی لیجئے گا یا اور کچھ (یہ کہکر ۱۰۰ ہزار کا نوٹ بڑی بی کے سامنے پھینک دیا۔

بڑی بی۔ (نوٹ اٹھاتے ہوئے) نواب صاحب ناراض نہ ہوئیے گا میرے حواس آجکل درست نہیں ہیں جو تھا سب چلا گیا۔

رؤف۔ ارے تو کیا میرا نقصان نہیں ہوا۔

بڑی بی۔ آپ رئیس آدمی ہیں آپ کے لیے ۲ لاکھ کیا چیز ہے میں غریب ہوں مجھے پھر کہاں نصیب ہوگا۔

لڈن۔ تو کیا نواب صاحب کے یہاں مفت کا آتا ہے۔

بڑی بی۔ اچھا خیر۔ مہ پارہ تو آج سے آپ کی نوکر ہو گئیں۔ مگر مہاجن کے روپیہ کی بابت آپ کیا کہتے ہیں (مہ پارہ سے) کل جو سیٹھ جی آویں تو صاف جواب دیدینا۔ اور جاؤ اب کھانا لاکر ان کو کھلاؤ۔

لڈن۔ اس روپیہ سے آپکو کیا مطلب سمجھ لیا ہے اور ہم ہی دیں گے۔

بڑی بی۔ اچھی بات ہے۔

اتنے میں مہ پارہ کھانا لائی اور سب لوگوں نے کھایا اس کے بعد بڑی بی و لڈن تو چلے گئے بلکہ سو بھی گئے مگر مہ پارہ و رؤف اب تک کچھ دھیرے دھیرے باتیں کر رہے ہیں ذرا سننا چاہئے۔

مہ پارہ۔ میری اماں بھی بہت لالچی ہیں آج اس مہاجن ہی کے ساتھ طے کیے دیتی تھیں وہ تو کہو میں نے بڑا زور دیا تو مانیں۔

رؤف۔ مگر دیکھو اپنی ماں کی طرح تم بھی اس مصیبت کی حالت میں نہ پلٹ جانا جیسا کسی شاعر نے کہا ہے۔

یہ سختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انسان سے

مہ پارہ۔ ہرگز نہیں میں بھلا اب جیتے جی تم کو چھوڑ سکتی ہوں۔ ہاں اماں اگر زبردستی کریں گی تو مجبوری ہوگی کیونکہ وہ بڑی لالچی ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن قطع تعلق کر دیں۔

رؤف - پھر کیا ترکیب کروں بیوی تو کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا مہاجن کے ۵۰ ہزار
الگ دینا ہیں ورنہ اور زیادہ ہو جائیں گے۔

مہ پارہ - میں کیا بتاؤں تمہیں دیکھو کہ ایک تیل تک میری ناک میں نہیں مگر کیا
کروں تمہاری محبت کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے اب تم مجھے اپنے گھر
ہی میں - [illegible] کر رکھو۔

رؤف - ارے میں خود ہی نکالا ہوا ہوں - تم کو کہاں رکھوں۔

مہ پارہ - تو پھر کیوں یہ تنخواہ و قرضہ کہاں سے ادا کرو گے۔

رؤف - یہی تو تم سے پوچھتا ہوں میرے پاس صرف اتنے روپیہ کے نوٹ
اور ہیں۔

مہ پارہ - تو یہ ہم کو دیدو۔

رؤف - لیلو تمہارے [illegible] یہ صدقے [illegible]۔

مہ پارہ (جیب میں رکھتے [illegible]) تم محبت کرتے ہو مگر ناراض تو نہیں ہو

رؤف ناراضگی کا ہے کی یہ تو خوشی کا باعث ہوا۔

مہ پارہ - [illegible] ان ہی ان تکلیفوں کی باعث ہیں۔

رؤف - [illegible] کی۔

مہ پارہ - [illegible]

مہ پارہ - [illegible] جائیں مگر جو انوں کو موت
آئی [illegible]

رؤف - [illegible]

مہ پارہ - [illegible] (رؤف کو لپٹا کر)
اب تم [illegible] ملیا سکے۔

رؤف - [illegible] کہہ رہی ہو یا مذاق ہے۔

مہ پارہ - [illegible] کی [illegible] ہے۔

رؤف - [illegible] مگر میں گھر کیسے جاؤں کوئی ترکیب بتاؤ۔

مہ پارہ - [illegible] اور معافی مانگنا و [illegible] کہ بس

میری ماں اب میری خطاؤں کو معاف کر دیجئے اس کے علاوہ پھر ۸ دن تک سوا گھر کے اور کہیں جانا بھی نہیں خصوصاً میری طرف تو بھول کر بھی نہ آنا کیونکہ اگر کوئی دیکھ لے گا تو کہدے گا اس کے بعد ایک دن موقع پا کر زہر پلا دینا ادھر میں بھی اپنی ماں کا کام تمام کر دوں گی بس پھر گھر ہی میں چلکر آرام سے رہیں گے۔

عقل کے اندھے رؤف کو یہ ترکیب کیا معلوم ہوئی گویا پارس پتھر مل گیا کہ جس قدر چاہے سونا بنائے۔ اس نے سوچا کہ اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف رفع کرنے کی ترکیب ہی نہیں اس سے فائدہ یہ ہے کہ گھر میں اپنی حکومت ہو جائے گی اور ادھر مہ پارہ بھی اپنی ماں کو مار ڈالے گی بیشک مہ پارہ مجھسے محبت کرتی ہے اف اوہ میرے لیے اپنی ماں تک کو زہر دینے کے لیے تیار ہے تو مجھے بھی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہئے بلکہ فوراً جاکر اس کام میں عجلت کرنا ٹھیک ہے اور اس میں ہرج ہی کیا ہے اس نے بھی تو گھر سے نکال دیا۔ اگر ذرا بھی اسے میری محبت ہوتی تو بھلا ایسا کیوں کرتی۔ انھیں خیالات میں نیند آگئی اور سو گیا صبح کو اٹھتے ہی فوراً بازار گیا اور بڑی دقت سے تھوڑا زہر ہلاہل لے آیا آدھا مہ پارہ کو دیا اور باقی اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہا کہ بس اب انشاء اللہ اس کا کام تمام ہی کر کے آؤں گا مہ پارہ نے کہا کہ جب تم آؤ گے خدا نے چاہا تو مجھے اکیلا ہی پاؤ گے۔

اس کے بعد رؤف سیدھا گھر گیا اور گڑ گڑا کر کہا کہ میری ماں مجھے معاف کر دو میں نے بڑا قصور کیا مگر اب توبہ کرتا ہوں۔

ماں۔ (رحم کھا کر) اگر بیٹا تو اپنی حرکتوں سے باز آگیا تو آ میری گود میں بیٹھ جا میں وہی تیری ماں اور تو وہی میرا بیٹا ہے مگر دیکھو اب ہرگز اس راستہ میں قدم نہ رکھنا۔

رؤف۔ ہرگز نہیں۔

ماں۔ بیٹا حسینہ کی شادی کا سب سامان درست ہو چکا ہے اگلے جمعہ کے روز نکاح بھی ہو گا۔

رؤف۔ تو کیا ناچ وغیرہ بھی نہ ہوگا۔
ماں۔ مطلق نہیں سب رسومات شرعی ہونگے۔
رؤف۔ اچھا ہے جو آپ کی مرضی ہو اگر کچھ سامان نہ ٹھیک ہوا ہو تو کہئے یہ خادم اسکا انتظام کر دے۔

ماں۔ سامان تو سب ٹھیک ہے صرف کپڑے سلوانے ہیں اور زیور کا انتظام کرنا ہے سو زیور تو بازار سے نئے بنائے خرید کر لیے جاوینگے مگر کپڑے سلوالو۔ اچھا آؤ اب کھانا کھالو تم بھوکے ہوگئے ہیں میں بھی کل سے تمھارے رنج میں کھانا نہیں کھایا تھا جب سے تم گھر سے چلے گئے تھے بس یہ حالت میری تھی خدا جانتا ہے میں کیا کہوں یہ کہکر رؤف سے لپٹ گئی اور رونے لگی پھر کھانا لاکر اسے کھلایا اور خود بھی تھوڑا بہت کھایا ناظرین ملاحظہ فرمائیے کہ ماں نے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیے دنیا میں اس سے زیادہ دوسرا کیا کر سکتا ہے مگر ذرا اس ناخلف اولاد کو دیکھئے جو اسی ماں کو زہر دیکر مار ڈالنے کے لیے اپنے دل میں ٹھانے ہے۔ اس سے زیادہ عبرت ناک بات کیا ہوسکتی ہے۔ کیا آپ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی پیاری ماں کو جس نے اسے پال پوسا کر اتنا بڑا کیا زہر دے دیگا؟ ہاں کچھ تعجب نہ سمجھئے یہ عیاشی ایسی چیز ہے کہ جو انسان نہ کر بیٹھے وہی کم ہے۔ عورت کی محبت میں پھنسکر اپنی ساری طاقت کھو بیٹھتے ہیں ایک سے ایک رئیس اپنی جان و مال کو اس کی میٹھی میٹھی باتوں کے عوض دے ڈالتے ہیں پھر ایک رؤف کے سے بیوقوف دوستوں کی صلاح پر نہ چلنے سیدھی راہ بتانے والے کو الٹی راہ بتانے والا سمجھکر یہ کر نا بیٹھنا کون بڑی بات ہے۔ اور طوائفوں پر جان دینے اور ان کی سچی محبت کے دم بھرنے والوں کو دیکھیے آیندہ کیا ہوتا ہے ابھی تو صرف ماں ہی کو زہر دینے کا ارادہ ہے۔

اٹھائیسواں باب

حسرت و جدائی

پہلا ہی کرشمہ ہو اس چرخ ستمگر کا
آج اس سے ملا کرکے کل اس سے جدا کرنا

عرصہ سے ہم نے سلیم و زبیدہ کی خبر نہیں لی واللہ اعلم ادھر کیا قصہ ہے سلیم کو آصف خان نے زبیدہ کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا تو سلیم کو بھی انکار نہ کرتے بنا اور شادی کرنے پر راضی ہو گیا۔

خلیل نے جس وقت یہ سنا کہ سلیم زبیدہ کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہے۔ تو اس نے خیال کیا کہ بس اب یہاں رہنا ٹھیک نہیں ایک سلیم ہی کا آسرا تھا وہ بڑی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ مگر اب وہ بھی پھر گیا اور میرے خلاف وعدہ زبیدہ سے شادی کر رہا ہے جس کے لیے میری جان جاتی ہے سچ ہے دنیا میں کچھ نہیں سب اپنے مطلب کے ساتھی ہیں ہائے زبیدہ پیاری زبیدہ تو نے اس دن سے اپنی شکل بھی نہ دکھائی۔ مگر مجھے کیا۔ واہ تو تو سلیم پر مرتی ہے مجھکو کب خیال میں لا سکتی ہے۔

ایسا نہ ہوگا مجھکو کم از کم تیری ایسی بہت سی ہیں گی۔ مگر نہیں نہیں۔ خلیل تو کیا کہتا ہے زبیدہ کی سی دوسری کوئی عورت کہاں میرے خیال میں تو ویسی دوسری خدا نے پیدا ہی نہیں کی۔ یا خدا کون سی بات ایسی ہے جو میرے دل کو بھا گئی دیکھنے میں وہ بھی معمولی عورتوں کی طرح ہے مگر خیر زبیدہ اب مجھے اپنی جان دیدینا چاہیے۔ لیکن نہیں نہیں حرام موت مرنا بھی ٹھیک نہیں اس لیے پھر کیا کروں۔ یہ ٹھیک ہے اس شہر ہی کو چھوڑ دوں اور کسی جگہ جا کر اپنی زندگی بسر کروں مگر کیا زبیدہ وہاں یاد آئے گی نہیں۔ یقیناً وہ یاد آئیگی بلکہ مر جانے کے بعد بھی وہی میرے خیال میں بسی رہے گی۔ بھلا کیوں زبیدہ

تجھے بھی میری یاد آئیگی؟ کبھی نہین معشوق بڑے بے وفا و سخت دل ہوتے ہین دوسرے تیرے دل مین سلیم کے علاوہ دوسرے کی محبت ہی نہین۔ مگر ہونتو مین تو عمر بھر تیری ہی یاد کا وظیفہ پڑھا کرون گا ؂

تمھاری یاد جیتے جی نہ میرے جی سے جائیگی
جو جائیگی تو بعد از مرگ میرے ساتھ جائیگی

جا اب میری نگاہون کے سامنے سے چلی جا اور میرے قصور کو معاف کردے مین آج ہی سے اس شہر کو عمر بھر کے لیے چھوڑے دیتا ہون بلکہ تجھ سی پیاری کو بھی وداع کرتا ہون۔ تاکہ سلیم کی شادی تیرے ساتھ ہوتے نہ دیکھ سکون ورنہ شاید حسد کی آگ دل مین بھڑک اٹھے اور تیرے معشوق کو کچھ صدمہ ہو جائے تیرے دل کو بھی رنج ہو انھین خیالات مین محو خلیل اٹھا اپنے کپڑے پہنے اور کچھ نقد رقم لیکر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو کر کہین چلدیا اب اس کا حال تو ہمین نہین معلوم مگر دیکھنا چاہیے کہ سلیم کیا رہا ہے سلیم بھی اپنے کمرے مین بیٹھا دل ہی دل مین کہہ رہا ہے کہ خلیل تم بھی دو دن سے نہین آئے کیا ناراض ہو گئے؟ کہین تمنے یہ تو نہین سمجھا کہ مین سچ ہی زبیدہ کے ساتھ شادی کر لون گا۔ میرے خیال مین ضرور تم نے یہی سوچا ورنہ یہان سے چلے جانے کی کیا وجہ ہے ارے بھلا مجھ سے چلتے وقت مل تو لیتے آہ محبت تیرا برا ہو تو نے سیکڑون گھر تباہ و برباد کر دئیے۔ ہزارون آوارہ وطن تیری ہی وجہ سے جنگلون کی خاک چھان رہے ہین خلیل پیارے دوست خلیل تو بھی زبیدہ ہی کی چاہ مین کہین بیٹھا ہوگا۔ افسوس مین نے بہت سمجھایا مگر زبیدہ کے دل مین تیرا مطلق خیال نہ آیا۔ اس کا معاوضہ اسے ضرور ملے گا کسی عاشق کو ستانا اچھا نہین ہے۔

ادہر تو سلیم یہ خیالات اپنے دل مین دوڑا رہا ہے۔ ذرا اندر دیکھئے کیا ہو رہا ہے ایک پلنگ پر زبیدہ و اس کی کئی ایک سہیلیان بیٹھی ہوئی ہنسی مذاق کر رہی ہین۔

ایک سہیلی۔ لو بہن زبیدہ اب کیا ہے سلیم کا سا دولھا پاؤ گی قسمت ہو تو

تمھاری ایسی۔
دوسری۔ ارے کون بڑا خوبصورت ہے۔
زبیدہ (جھلا کر) تمھاری بلا سے۔
تیسری۔ دیکھو فاطمہ کیون انکے میان کو برا بھلا کہتی ہو۔ انھین اچھا نہین معلوم دیتا۔
زبیدہ۔ دیکھو بہن کلثوم یہ مجھے کتنا بنا رہی ہین بھلا وہ بدصورت ہے یا خوبصورت مگر ان کو کیا کرنا ہے کیا ان کا بھی دل اس سے شادی کرنے کو چاہتا ہے۔
فاطمہ۔ ارے تو مین نے کیا کہا تھا۔ اچھا لو وہ بڑا ہی خوبصورت ہے چاند مین دھبہ ہے مگر اس مین کہین کچھ بھی نہین۔
تیسری (ہنسکر) یہ کچھ بھی نہین کے کیا معنے۔
فاطمہ۔ یعنی کچھ بھی میل نہین۔ ذرا دیکھنا یہ کہتی ہین کہ مین بھی اس سے شادی کرون گی بھلا تو ج مین کیون کرنے لگی۔
زبیدہ۔ یہ منھ اور پودینے کی چٹنی نصیب تو ہو۔
کلثوم۔ ارے بہن تو سلیم مین عیب ہی کیا ہے مین نے تو ایسا سیدھا آدمی ہی نہین دیکھا۔
فاطمہ۔ ہان یہ بات تو ٹھیک ہے۔ بالکل جیسے شہتیر ہوتی ہے۔
زبیدہ۔ لو اب مین یہان سے اٹھی جاتی ہون خوب مذاق کر لو۔
فاطمہ۔ (دامن پکڑ کر) کہین جانے نہ دیا ہو کیا دگی ہے کل رات بھر تو مزے کرو گی۔ ہملوگون کو پوچھو گی بھی نہین۔
زبیدہ۔ جی چاہے تو رات کو وہین چلی آنا کوئی ہرج نہین ہے۔
کلثوم۔ بہت نہ ہنسو۔ زیادہ ہنسی اکثر رونے سے تبدیل ہو جاتی ہے۔
زبیدہ۔ ہان آج میری بائین آنکھ بھی پھڑک رہی ہے نہین معلوم کیا بات ہے۔
فاطمہ۔ ارے یہ یو ہین پھڑکا کرتی ہے۔

زبیدہ۔ نہیں بہن یہ جب بھڑکتی ہے تو ضرور مجھے ایک نہ ایک رنج اٹھانا پڑتا ہے۔ خیر ہوگا جا بنیدی جاؤ امجدی جاکر ذرا باہر سلیم کو کھانا تو کھلاؤ زسلیم کا نام لیکر وہ کچھ شرما گئی اور سب کی سب ہنسنے لگیں

سلیم کھانے سے فراغت پاکر سو گیا دوسرے روز اٹھا اور منھ ہاتھ دھوکر کچھ سوچنے لگا آج سلیم روز کے بہ نسبت کچھ بشاش نظر آتا ہے نہیں معلوم کیا بات ہے شاید زبیدہ کے ساتھ شادی ہونیکی خوشی ہے مگر وہ تو جبراً کر رہا ہے خوشی کا کیا سبب کیا وہ پچھلی معشوقہ کا وعدہ بھول گیا۔

سلیم اٹھکر بازار گیا اور درزی کے یہاں سے کچھ سلے ہوئے کپڑے لاکر ایک رومال میں باندھ کر رکھ لیے اس کے بعد کاغذ و قلم دوات لیکر کچھ لکھنے لگا اور بعد کو وہی لکھا ہوا کاغذ تکیہ کے نیچے رکھدیا اس کے بعد سو رہا شام کو اٹھا اب سب مہمان جنکو کہ آصف خان نے مدعو کیا تھا آگئے اور تھوڑی دیر کے بعد نکاح ہونیوالا تھا کہ سلیم اپنے کمرے سے پیشاب کے بہانے باہر گیا۔ لوگ انتظار دیکھا کیے مگر سلیم پلٹ کر نہ آیا۔ آصف خان کو بڑی تشویش تھی کہ سلیم کہاں چلا گیا اس نے بازاروں اور ادھر ادھر آدمیوں کے ذریعے سے سلیم کو تلاش بھی کرایا مگر اس کا پتہ نہ لگا کہ زمین کھا گئی یا آسمان جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے حیران ہوگئے تو بیٹھ رہے اتفاق سے ایک آدمی نے سلیم کا تکیہ جو ہٹایا تو وہی خط پایا جو سلیم لکھکر رکھ گیا تھا آصف خان نے اسے پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے ہی پڑھتے اس کی حالت ابتر ہوگئی آخر کو بیہوش ہوکر گر پڑا۔ لوگوں نے کیوڑہ وغیرہ چھڑکا تو ہوش آیا تب [illegible] کہا۔

آصف خان۔ آہ میرے جانشو یہ اس سلیم کا خط ہے لو اس کا مضمون سن لو۔ دیکھو کیا لکھ گیا ہے

۷۸۶

مکرمی جناب آصف خان صاحب تسلیم

خادم کی وجہ سے جناب کو بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں حالانکہ آپ نے

آپکی ذات سے بڑا آرام اٹھایا مگر پھر آپ کو رنج پہونچانے کا باعث ہوا۔ آپ کی مہربانی کا شکریہ کہان تک ادا کرون۔ آپ نے مجھ خاکسار کو اتنی عزت بخشی کہ اپنی برخورداری مین بھی لینے کی عزت بخشی زبیدہ سے بھی مجھے بڑی ندامت ہے۔ کیونکہ معلوم تھا کہ وہ مجھسے ازحد محبت کرتی تھی مگر مجبوری انسان سے سب کچھ کرا لیتی ہے۔ اسکو میری طرف سے سمجھا دیجئے گا کہ افسوس نہ کرے مین اب ہرگز اس کو نہین مل سکتا۔ حالانکہ وہ بڑی پاکباز عورت ہے مین نے اکثر اسے دیکھا بھی اس کی صورت بھی بہت ہی پیاری ہے مگر آپ میری خطا کو معاف فرمایئے۔ مین بالکل ہی مجبور تھا ورنہ آپ کے کہنے کو ہرگز رد نہ کرتا چلتے وقت یہ میری آخری وصیت ہے کہ پیاری بہن زبیدہ کی شادی فوراً کسی کے ساتھ کر دیجئے گا کیونکہ جوان لڑکی کا یون ہی بیٹھا رہنا ٹھیک نہین۔ آپ مجھ سے بڑے بزرگ اور عقلمند ہین مگر اس معاملہ مین مین نے آپ سے زیادہ تجربہ حاصل کیا ہے کہ لڑکی کے بالغ ہوتے ہی شادی کر دینا بہت اچھا ہے ورنہ اس کا انجام آخر مین خراب و ناقص ہوتا ہے پس اس لیے اگر آپ اپنی اور خاندان کی عزت رکھنا چاہتے ہون تو اس بات کو جو مین لکھ رہا ہون ضرور کر دیجئے گا ورنہ پچھتایئے گا مکرر تحریر ہے کہ بہن زبیدہ سے میری خطا معاف کرا لیجئے گا اور ساتھ ہی آپ بھی زبیدہ سے میرا سلام کہدیجئے گا زیادہ والسلام۔

خاکسار غمزدہ سلیم۔

آصف خان کو زیادہ افسوس اس بات کا تھا کہ زبیدہ علاوہ سلیم کے کسی کے ساتھ شادی کرنے کو راضی ہی نہ تھی دوسرے سلیم کے بغیر اب اس کی زندگی بے لطف ہو جائیگی اس لیے سوچا کہ یہ خبر اندر نہ پہونچنے پائے ورنہ زبیدہ رنجیدہ ہوگی۔ لیکن اس کا یہ خیال کرنا ہی غلط تھا کیونکہ یہ خبر پہلے ہی اندر پہونچ گئی اور وہان رونا پیٹنا پڑ گیا تھا۔ آصف خان نے بہت سمجھایا مگر زبیدہ کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اسنے کہا کہ سلیم کے سوا کسی دوسرے سے شادی نہ کرونگی آصف خان نے تمام دوستون کو کھانا وغیرہ کھلا کر

روانہ کر دیا۔ اور سب لوگ چلے گئے آصف خان کا گھر۔ خانہ شادی سے ماتم کدہ بن گیا لوگوں کی خوشیاں مبدل بہ رنج ہو گئین۔ یہ تو تھا ہی صبح سو کر اٹھے تو زبیدہ بھی غائب تھی اب کیا تھا گھر مین آفت مچ گئی آصف خان سمجھ گیا کہ زبیدہ سلیم ہی کی محبت مین دیوانی ہو کر نکل گئی۔ اب کیا ہو سکتا ہے اس کی بیوی بھی مارے رنج کے بیمار پڑ گئی غرضیکہ ان کی کیفیت ہم کہان تک تحریر کرین جو بیچارون کی حالت تھی ادہر اودہر تلاش کر کے صبر کا پتھر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔

انیسوان باب

ظہیر کا خواب اور اسکی موت

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

دنیا ہمیشہ اپنا رنگ ہمیشہ کسی نازک ادا معشوق کے ڈوپٹے کی طرح بدلا کرتی ہے۔ اگر آج سرخ ہے تو کل سبز۔ اسی طرح آج رنج ہے تو کل خوشی ظہیر کی شادی کے صرف ۴ روز باقی رہ گئے ہین دونون طرف تمام سامان درست ہو گیا ہے صرف اس دن کے آنے کی کسر ہے جو نکاح کے لیئے مقرر کیا گیا ہے۔ مگر ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ شفیع کسکی شادی کا سامان کر رہے ہین خیر ہو گا جانیدو۔ اس وقت بھی ظہیر و شفیع دونون ہنس کر باتین کر رہے ہین کیا ان لوگون کو زبانی ہی عشق تھا وہ وعدے کہ شمیمہ کے علاوہ کسی دوسرے سے شادی ہی نہ کرونگا کیا بھول گئے اور شفیع صاحب بھی حسینہ کی شادی ظہیر کے ساتھ ہوتے دیکھکر کچھ رنج و افسوس نہین کرتے میرے خیال مین تو ضرور کرنا چاہیے۔ مگر آج کل سچے عاشق تو بہت ہی کم ہوتے ہین اور

جھوٹی محبت کرنے والے بہت اچھا اب ذرا انکی باتیں تو سنئے۔

شفیع۔ تو بس آپ اپنا خواب اپنے والد سے ضرور بیان کیجئے بڑا حیرت ناک خواب ہے مجھے تعبیر سمجھ میں نہیں آتی۔

ظہیر۔ (ہنسکر) کیسے سمجھ میں آسکتا ہے میرے خیال میں ابا جان بھی نہ سمجھ پائیں گے اچھا تو اب تو نواب میں اندر جاتا ہوں اور خواب بھی بیان کروں گا تم جاؤ اپنا سب کام پورا کرو۔

اس کے بعد شفیع تو چلا گیا اور ظہیر اندر جاکر چپ کھڑا ہو گیا۔ وحید کو آجکل ظہیر کی بشاشت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تسمیہ کا رنج بھول گیا مگر اس وقت ظہیر کو رنجیدہ دیکھکر پوچھا کہ کیوں بیٹا چپ چپ کیوں ہو

ظہیر۔ کچھ نہیں یوں ہی ابا جان رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے مگر اس کا مطلب کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور نہ وہ کوئی ایسا ویسا خواب تھا۔

وحید۔ کیا خواب تھا بیان کرو تو میں تعبیر بتا دوں۔

ظہیر۔ سنئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ صورت نیک سیرت ضعیف آدمی چارپائی کے قریب آئے اور بھی کئی بزرگ اس کے پیچھے مؤدب کھڑے تھے۔ میں ان کی صورت دیکھکر بالکل خوفزدہ نہیں ہوا بلکہ مجھے ان کی صورتیں بڑی ہی نورانی معلوم ہوتی تھیں۔ ان بزرگ نے مجھسے فرمایا کہ بیٹا اپنے باپ سے کہنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو دفن کرنے کے بجائے کسی بلند مقام میں حفاظت سے رکھدیا جائے اور ہر آٹھویں روز ایک نئی چادر پرانی اتار کر اڑھا دیا کریں گے۔ لاش کو کفنانے وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں جو پہنے ہوئے ہوں وہی کپڑے وغیرہ بھی وہی اس کے بدن پر رہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی رسم ادا کرنے کی ضرورت نہیں جو کہ عام مردوں کے ساتھ کیجاتی ہیں۔ اتنا کہکر وہ خاموش ہوگئے اور میرے سر پر ہاتھ رکھا جس سے کہ میرا تمام جسم کانپ گیا نہیں معلوم ان کے کتنی طاقت تھی۔ الغرض چلتے چلتے انھوں نے کہا کہ دیکھو اپنے باپ سے اس کی تاکید کر دینا اور اگر اسنے اس پر عمل نہ کیا تو بڑا دھوکا اٹھانا پڑیگا اس کے بعد سب لوگ غائب ہوگئے اور

میری آنکھ کھل گئی مگر مارے سوچ کے پھر رات بھر نیند نہ آئی۔ اب آپ فرمائیے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

وحید (کچھ غور کر کے) بیٹا یہ خواب ہے کچھ رنج یا سوچ نہ کرو۔

ظہیر۔ مگر ابا بعض خواب بالکل سچ بھی نکل جاتے ہیں اور مجھے وے کوئی ولی اللہ معلوم ہوتے تھے۔

وحید۔ خیر ہوگا خدا نہ کرے کہ تمھارے دشمن اس دنیائے فانی سے سفر کریں اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو دیکھا جائے گا۔

ظہیر۔ نہیں ابا اس پر ضرور ضرور عمل کیجئے گا۔

وحید۔ اگر تمہاری بھی یہی منشا ہے تو میں ضرور ایسا کروں گا مگر خدا نہ کرے کہ میری زندگی میں وہ وقت آئے۔

ظہیر۔ میں نے شفیع سے بھی ذکر کیا تھا انھوں نے بھی رائے دی کہ ضرور ایسا کرنا چاہیے۔

وحید۔ اچھا جاؤ اپنا کام کرو کوئی تردد کی بات نہیں ہے۔

یہ سنکر ظہیر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ آج اسے شمیمہ کی یاد نے پھر ستایا۔ سوچنے لگا کہ اب اس کا پتہ لگانے کی کیا ترکیب کرنا چاہیے نہیں معلوم اس نے ہمارے خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ کیا مجھے بھول گئی یا کچھ خفا ہو گئی کسی کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی ہو مگر اس نے تو وعدہ کیا تھا کہ میرے سوا کسی دوسرے سے شادی ہی نہ کروں گی آخر پھر اور کیا وجہ ہوئی۔ ابھی اس کا دریائے خیال موجیں لیتا ہوا یہیں تک پہونچا تھا کہ شفیع آگیا اور کہا۔

شفیع۔ کہو خوب سمجھا دیا۔

ظہیر۔ اچھی طرح بالکل دل میں بٹھال دیا اور وہ اس پر عمل کرنے کو راضی بھی ہو گئے۔

شفیع۔ تو پھر کیا ہے خدا مالک ہے ذرا پانی منگاؤ پیاس بڑی شدت کی معلوم ہوتی ہے۔

ظہیر۔ (پکار کر) ارے گلزار ذرا تھوڑی برف تو لے آنا تم کیے سست بیٹھے

رہا کرتے ہو نہ کسی سے بولتے ہو نہ بات کرتے ہو آخر معاملہ کیا ہے۔
گلزار۔ کچھ نہیں میاں ابھی کسی سے دوستی نہیں ہوتی ہے اسی وجہ سے چپ بیٹھا رہتا ہون
ظہیر۔ اچھا جاؤ جلدی سے برف لے آؤ (شفیع سے) یہ کوئی شریف آدمی ہے ابھی بیچارہ نیا آکر ملازم ہوا ہے اس کو ضرور کچھ صدمہ پہونچا ہے ورنہ اسقدر خاموش کبھی نہ رہتا۔
شفیع۔ دنیا مین ہزارون مصیبت کے مارے پھرا کرتے ہین کوئی بیچارون کو پوچھتا بھی نہین۔
ظہیر۔ ہان ٹھیک ہے مجھی کو دیکھو۔ دوست آج بار بار مجھے شمیمہ کا خیال آتا ہو کچھ تعجب نہین کہ وہ بھی مجھے یاد کرتی ہو۔
شفیع۔ کیون نہین ضرور وہ تم سے سچی محبت رکھتی تھی ضرور یاد کرتی ہوگی۔ مگر اس بار نے اسکے بعد پھر خط کیون نہ بھیجا اس کے بعد بڑی دیر تک شمیمہ کا ذکر کرتا رہا گلزار بھی برف لیکر آ گیا اور ظہیر نے فوراً شربت بنا کر شفیع کو پلایا اور ایک گلاس گلزار کو بھی دیا۔ شفیع نے چلتے وقت کوئی چیز ظہیر کو دی جسے اس نے اپنی جیب مین رکھ لیا شفیع کے جانے کے بعد ظہیر اندر گیا اور کھانا کھاتے وقت برابر اپنی مان کی طرف حسرت بھری نگاہون سے دیکھا کیا۔ کھانے کے بعد آکر کمرہ مین شام ہی سے لیٹ گیا اور دھیرے سے کہنے لگا کہ شمیمہ پیاری شمیمہ دیکھ تیرے لیے مین زبردستی اپنی جان دے رہا ہون۔ مگر تجھے کیا معلوم ہوگا کہ مین نے تیرے لیے کیا کیا تکلیفین اٹھائین خدا معلوم تو کس حال مین ہو یہ کہتے ہی کہتے سو گیا۔
آج خلاف معمول ظہیر ابھی تک سو کر نہین اٹھا گو ۹ بج گئے۔ گلزار نے جو دیکھا تو اس نے جگانے کی کوشش کی مگر وہان کیا تھا روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ گلزار یہ حال دیکھکر گھبرایا ہوا اندر گیا اور وحیدالدین سے کہا کہ حضور دیکھیے تو ظہیر میان کا کیا حال ہے وحید یہ سنتے ہی دوڑتا ہوا کمرہ مین داخل ہوا دیکھا تو ظہیر اپنی تمام حسرتین دل ہی مین لیے ہمیشہ کے

میٹھی نیند سو رہا ہے۔ بیچارہ گھبرا گیا۔ شانہ ہلا کر آواز دی [illegible] اوٹھو۔ [illegible]
اسقند بے خبر سوتے ہو۔ پھر شانہ ہلا کر تم تو بہت سویرے اوٹھا کرتے
تھے۔ آج کروٹ تک نہیں لیتے۔ یہ معاملہ کیا ہے۔ سراسیمگی اور گھبراہٹ
مین زندہ اور مردہ میں تمیز نہ کر سکا۔ اور ابھی تک یہی خیال کرتا
رہا کہ اوسکا عزیز اور اکلوتا بیٹا خواب استراحت سے بیدار نہیں ہوا
ہے۔ گلزار ایک گوشہ میں بت کی مانند ساکت کھڑا تھا۔ آنکھوں سے
آنسو ڈھل ڈھلکے رخسارہ پر آ رہے تھے۔ کبھی ظہیر کی جانب دیکھکر
آہ سرد بھرتا اور کہتا کہ افسوس اسقند جلد اس دار فانی سے عدم کی
جانب روانہ ہو گئے۔ ابھی رات کو تو اچھے بھلے سوئے اور صبح کچھ [illegible]

آدمی بلبلا ہے پانی کا
کیا بھروسا ہے زندگانی کا

اور کبھی وحید کی جانب دیکھکر کف افسوس ملتا اور کہتا کہ وائے الفت
اور محبت۔ تم جسے زندہ سمجھ رہے ہو وہ سوائے مشت خاک کے اور
کچھ نہیں۔ جب ظہیر نے اسقند منت سماجت سے بھی کروٹ نہ لی تب [illegible]
کو ہوش آیا اور نبض پر ہاتھ رکھا۔ نبض کا کہیں پتہ نہ تھا اور تمام جسم مانند
برف کے سرد تھا۔ ظہیر نے زور سے ایک چیخ ماری۔ اور سر [illegible]
تیورا کر گر پڑا۔

ایک طرف تو یہ کیفیت تھی۔ دوسری جانب ظہیر کی والدہ کی حالت
دگرگوں تھی۔ غشی پر غشی آتی تھی۔ سر کے بال نوچ نوچ کر پریشان
کر ڈالے گئے۔ [illegible] بیٹھ کر سر پیٹتی تھی اور
رو رو کر درد ناک آواز سے [illegible] رہی تھی۔ ہائے [illegible] کی طرح
بڑھاپے میں میری کوکھ اوجڑ گئی۔ ہائے اب میں کیونکر لوگوں کو منہ دکھلاؤنگی
ارے بیٹا تمہارا سہرا ابھی دیکھنے نہیں پائی۔
لوگ اوسکو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑے ہوئے تھے مگر وہ
چھڑا چھڑا کر اپنا سر دیوار [illegible]

فوارہ جاری تھا۔ غرضکہ اندر ایک حشر بپا تھا۔ سو دے نالہ و شیون و ماتم کے سکان پڑی آواز سنائی دیتی تھی۔

وحید میاں کی مارے رنج کے حالت دگرگون تھی چلا چلا کر رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے وہ ہائے ضعیفی میں میری کمر توڑ کر کہاں چلے۔ ہائے تمہارے سہرے کی تمنا مجھے قبر تک بھی نہ بھولے گی۔ سہرا کا نام لے کر اسقدر روئے اسقدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ سننے والوں کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ سب کی آنکھوں سے اشک کا دریا جاری تھا۔ لوگوں کا سمجھانا اور نصیحت بے سود تھی۔ اور ہوتی بھی کیونکر ممکن ہے کہ کسی کے جوان اور ہونہار بیٹے کی لاش اسکے آگے پڑی ہو اور وہ اوسکو دیکھکر نہ تڑپے اوسکی میت کو دیکھکر کلیجہ پاش پاش نہ ہوجائے۔ مگر

مردہ کچھ سنتا نہیں چلا کے روتے ہیں عبث

دم میں کتنا تھا وحید اللہ اکبر ہو گیا

بیسواں باب

آج میاں وحید کے مکان پر خلاف معمول مجمع ہے ہر شخص آبدیدہ اور مضمحل نظر آتا ہے۔ شفیع سب سے زیادہ پریشان نظر آتے ہیں آپس میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔

ایک۔ افسوس کیسی بے وقت موت ہوئی

دوسرا۔ موت کیا ہے اسکے [illegible] ہو گیا

تیسرا۔ اور پھر ایسے وقت جبکہ ماں باپ نے بیچارہ کا بیاہ رچایا تھا۔

چوتھا۔ موت کی آنکھ نہیں ہوتی۔ ہائے کیسی صورتیں زیر زمین ہو گئیں

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہونگی جو پنہاں ہو گئیں

پانچواں۔ خدا ضعیفی میں کسی کو اولاد کا داغ نہ دے۔

چھٹا - بیچارہ ان کا گھر ملیٹ گیا - باپ کی کمر ٹوٹ گئی رنج والم کا پہاڑ پھٹ پڑا -

ساتواں - اور غریب ماں کی کیا کیفیت ہو گی -

آٹھواں - کیفیت کیا - سنتے ہیں کہ بیچاری کا - مارے رنج والم کے برا حال ہے اور غش پر غش آتا ہے -

نواں - ہاں پھر مصیبت ہی ایسی پڑی ہے -

شفیع نہ کسی سے بولتے تھے نہ چالتے تھے - ایک گوشے میں بیٹھے رو رہے تھے اور آنسو رومال سے پونچھ جاتے تھے - وحید سکتے کے عالم میں بیت کی مانند ساکت بیٹھے تھے - لوگوں کو ان کی حالت دیکھکر بے اختیار رونا آتا تھا -

آخرکار شفیع نے [illegible] ان کا شانہ ہلا کر اپنی طرف مخاطب کیا اور کہا

شفیع - آپ کو [illegible] کیا [illegible] ہو گی -

[illegible] ہے کہ آنکھ سوج گئی

شفیع - ہائے کل صبح سے ہم دو بدو بات چیت کر رہے تھے آج اوس کو مرحوم کے نام سے یاد کر رہے تھے -

شفیع کا رونا دیکھکر سب کو رونا آ گیا - اور وحید کو غش آ گیا - اگر کوئی ان کو [illegible] پکڑ نہ لیتا تو زمین پر گر پڑتے - اور سر پھٹ جاتا - [illegible] میں ہوش آیا - اور دردناک آواز میں رو کر کہا

وحید - ارے [illegible] ابھی زندہ ہوں مجھکو کوئی چھری دے دو تاکہ میں بھی [illegible]

ایک [illegible] کے لئے [illegible] صبر [illegible] اگر آپ [illegible] اپنی یہ کیفیت [illegible] گا تو پھر غریب ماں کو کون [illegible] -

وحید - ارے او [illegible] جی کے کیا کرنا ہے - [illegible] سے بہاری

امیدیں وابستہ تھیں جب وہ ہی نہ رہا تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔
یہ کہکر دیوار سے سر ٹکرانا چاہا مگر لوگوں نے پکڑ لیا۔
شفیع نے یہ عالم دیکھکر وحید کو تسلی دینا شروع کی۔
دیکھئے۔ اب تھوڑی دیر کے لئے دل کو پتھر کا بنائیے اور
مرحوم کی وصیت یا خواب کے مطابق تجہیز و تکفین کی فکر کیجئے۔
وحید۔ بالکل سب تیار کردونگا جو ابھی تک کبھی نہ کیا تھا وہ بھی کرونگا
اور دکھ۔ جیسا کبھی گمان بھی نہ کر سکتا تھا وہ بھی کرونگا۔

اکیسواں باب

ظہیر کا جنازہ

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

آگے آگے ذری کے شامیانے کے نیچے ظہیر کی لاش جا رہی ہے پیچھے پیچھے لوگوں کا مجمع ہے۔ جو شخص دیکھتا ہے افسوس کرتا ہے کہ ہائے کیسے برے وقت میں بے چارے نے اس دنیا کو خیرباد کہا ہے۔ کیسا لائق لڑکا تھا۔ کیا شیریں زبان تھی۔ وقت کلام منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ موت کسی کو نہیں چھوڑتی۔ ملک الموت یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہم کس کی روح قبض کر رہے ہیں جس نے ابھی دنیا کا کچھ لطف حاصل نہیں کیا ہے۔ فلاں روگ سے طبیعت نہیں بہلائی ہے ماں باپ کی پرورش کا حق یا فرض نہیں ادا کیا ہے۔ ہزاروں

تمناؤن کا سینہ مین ہجوم ہے۔ سیکڑون حسرتین دل مین پوری ہونے کے لیئے تڑپ رہی ہین۔ ظالم موت ایک چشم زدن مین سب کا خون کر دیتی ہے۔

میت کشان کشان باغ کی طرف جا رہی ہے۔ شفیع سراسیمہ وار آنسوؤن کو ضبط کیئے وحید کے ساتھ جا رہے ہین۔ راستہ بھر میان وحید پر نظر رہی کہ کہین غایت رنج و الم کی وجہ سے وہ کوئی ایسی بات نہ کر ڈالین جس سے اونکو نقصان پہونچے۔

میت اب باغ مین داخل ہوئی اور مرحوم کی وصیت کے مطابق بارہ دری کے ہال مین رکھی گئی۔ جس وقت کہ وسط ہال مین نعش رکھی گئی تھی وحید کو پھر غش آیا۔ شفیع کی حالت بھی اوس وقت دگرگون تھی۔ طبیعت کو ہزار ہزار سنبھالا مگر جوش محبت دبانے سے نہ دب سکا۔ زور سے ایک آہ کی اور زمین پر تیورا کر گر پڑا۔

اہل ماتم اپنی جا پر حیران و ششدر کھڑے تھے اور شفیع و ظہیر کی دوستی کی داد دے رہے تھے۔ بڑی مشکل سے وحید اور شفیع کو ہوش آیا۔ پھر دونون لاش کو لپٹ کر اسقدر روئے کہ سننے والون کا کلیجہ ہل گیا۔ بہزار وقت و خرابی ان دونون کو نعش سے ہٹایا گیا۔ اور دو وظیفہ خوان تلاوت قران کے لیئے مقرر کرکے اور پھاٹک اور نیز بارہ دری کی محافظت کے لیئے کافی آدمی چھوڑ کر۔ تاکہ ہر کس و ناکس کا اس مین گذر نہ ہوسکے لوگ وہان سے چلنے کو طیار ہوئے۔ ایک نوجوان شخص جو اس سین کو عبرت کی نگاہون سے دیکھ رہا تھا اور زندگی کی بے ثباتی پر غور کر رہا تھا لوگون کو اپنی جانب مخاطب کرکے کہنے لگا

[redacted]

موت سے کسکو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

آج ہم نے اپنے عزیز اور لایق دوست کو ہمیشہ کے لیے جدا کیا ہے یہ دوست جو کل تک نہایت تندرست اور صحیح و سالم تھا آج ہم کو روتا اور تڑپتا چھوڑکر اجل کی گود مین میٹھی نیند سو رہا ہے۔ حضرات جو شخص پیدا ہوا ہے وہ کسی نہ کسی دن چاشنی مرگ ضرور چکھے گا۔

صیاد اجل ہر وقت اپنی گھات مین ہماری روح قبض کرنے کو طیار ہے۔ مگر ہم دنیا کی ہوا و ہوس مین اس قدر مبتلا ہین کہ ہم کو مافیہا کی مطلق خبر نہین ہے کسی کو زر کی طمع مارے ڈالتی ہے۔ اگر قارون کا خزانہ بھی اون کے سامنے رکھ دیا جاوے تو بھی اونکی تشنگی نہ بجھے۔ اس زر کی طمع مین بھائی بھائی کا۔ عزیز عزیز کا۔ دوست۔ دوست کا گلا کاٹنے کو طیار ہے مگر مستقبل پہ نظر نہین جاتی کہ یہ روپیہ پیسہ زر و جواہر ہم سب یہین چھوڑ جائینگے اور سوائے گز بھر کپڑے کے جو ہمارا کفن ہوگا۔ ہمارے ساتھ کچھ نہ جائے گا۔

اس چند روزہ زندگی پر ہم کو اتنا غرہ ہے کہ آدمی کو آدمی اور انسان کو انسان نہین سمجھتے۔ کوئی تو

حصول زر کی لالچ مین انتہا سے زیادہ محنت و کوشش مین مصروف ہے اسکو فسق و فجور مین اتنا مشغول ہے کہ اوسکو یہ خبر بھی نہین کہ ہم یہ سب گناہ اپنی گردن پر ناحق لے رہے ہین۔ ملک الموت ہماری روح قبض کرنے کی فکر مین ہین۔ اور ہم نفس امارہ کے تابع ہوکر ایسی ایسی حرکتین کرنے کو طیار ہین کہ جن کے ذکر سے ہم کو شرم اور نفرت آنی چاہیئے۔ اور یہ صرف دو روز کی زندگی کیلئے کہ اس وقت سانس آرہی ہے۔

آیندہ کی ہمین خبر نہین کہ کیا ہوگا اور اوس حافظ حقیقی پروردگار عالم کے سامنے کیا منہ لیکے جائینگے۔ اور وہان جو کچھ بازپرس ہوگی اوس سے کیونکر ہمکو خلاصی ہوگی۔

اے غافل انسان ؟

تو کسقدر غفلت کے خواب مین مصروف آرام ہے۔ کیا یہ زندگی بقائے حیات کا جامہ پہنے ہوئے ہے۔ نہین اور ہرگز نہین۔

غفلت کے خواب مین کیا اے غافلو پڑے ہو

آنکھون کو کھولکر تم دیکھو مآل کیا ہے

میرا منشار اس بے وقت کی شہنائی بجانے کا یہ ہے کہ ہم اس عبرتناک موت سے سبق سیکھین اور دنیا کی طرف سے

دل ہٹاکر اوس پاک پروردگار کی جانب دل لگا لین-کہ جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔

اور جس سے ہم نے روز ازل وعدہ کیا ہے کہ ہم دنیا مین اس طرح رہینگے جس طرح پھول پانی کے اوپر رہتا ہے۔ نہ معلوم کس وقت اجل کا فرشتہ ہماری روح قبض کرے اور ہم کو اس دنیا سے روسیاہ و قلب سیاہ اپنے گناہون کی پوٹلی اپنے بغل مین دباکر نار جہنم مین جلنا پڑے۔

اس تقریر سے سامعین کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ خصوصاً میان وحید کی نظر کے سامنے دنیا کی بے ثباتی کی تصویر پھر گئی۔ اور عالم ہیچ معلوم ہونے لگا۔

قصہ کوتاہ۔ میان وحید کو مکان پر پہونچا کر لوگ اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوئے۔

میان وحید کو ظہر کے خواب کا ہر وقت خیال رہتا تھا کہ یہ کون بزرگ تھے کہ جنہوں نے خواب مین اس طور پر لاش کو بے تجہیز و تکفین رکھنے کا اور ہر آٹھوین روز چادر بدلنے کا حکم دیا ہے۔ اونکی قدرت سے کچھ بعید نہین۔ کیونکہ

او سے نقل کرتے نہین لگتی بار

شاید کہ مجھ غریب پر ترس کھاکر وہ اوس کو زندہ کردین۔

اب آدان کو اوس آٹھوین روز کا انتظار رہنے لگا۔ جبکہ اونین چادر بدلنی جاتا تھا

جیون تیون تڑپ تڑپ کر کاٹی اور صبح ہوتے ہی اسی باغ کی طرف چلے جہان ظہیر کی لاش رکھی ہوئی تھی -

بائیسوان باب

شادی - موت اور رنڈی بازی کا نتیجہ

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

رؤف کی مان ظہیر کے مرنے کے دوسرے ہی دن شفیع کے گھر پہونچی اور ظہیر کے بے موقع موت پر اظہار افسوس کرنے لگی شفیع کی مان نے سمجھایا کہ رونا پیٹنا بیکار ہے - جو تقدیر مین ہوتا ہے ضرور پیش آتا ہے - اس کی قسمت مین ظہیر کی بیوی بننا لکھا ہی نہ تھا تو وہ کیسے جیتا دوسرے یہ بھی اچھا ہی ہوئی اگر شادی ہونے کے بعد اس کا انتقال ہوتا تب تو حسینہ کی قسمت عمر بھر کے لیے پھوٹ جاتی -

والدہ رؤف - ہان اب صبر کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے اگر چہ موت زندگی کا کوئی ٹھکانا نہین جب ایسے ایسے جوان اس دنیا سے چلے جا رہے ہین تو مجھ سی بڑھیون کا کیا کہنا - مین چاہتی ہون کہ اگر ظہیر نہین ہے تو کسی دوسرے ہی کے ساتھ کر دون تا کہ اس بار عظیم سے فرصت ملجائے -

والدہ شفیع - اگر آپ کو یہ خیال ہے تو میرا بیٹا شفیع اب بھی حاضر ہے گو آپ نے مجھے صاف جواب دیدیا مگر مجھے اب بھی عذر نہین -

والدہ رؤف - ہان جو کچھ کہو ٹھیک ہے - مگر سنا ہے اس کا چال چلن اب اچھا نہین مگر گھبرا کر کہلا بھیجونگی اچھا اب مین جاتی ہون -

رؤف کی مان کے گھر جاتے ہی ایک رقعہ ... انھون کا شفیع کی

ماں کے پاس بھیجا کہ مجھے منظور تم سب سامان درست کرو مگر شادی بالکل شرعی ہوگی اور نکاح اسی تاریخ میں ہونا چاہیے جسدن کہ ظہیر کے ساتھ ہونے کو تھا شفیع کی ماں کو شاید پہلے ہی سے معلوم تھا اس نے سب سامان درست کر لیا اور تاریخ مقررہ پر ظہیر کی برات کے بجائے میاں شفیع صاحب دولھا بنے رؤف کے دروازے پر پہونچے تمام اعزا و اقارب اس کے ساتھ ہیں اب بارات والے باقاعدہ جا کر کمرے میں بیٹھ گئے۔ مگر افسوس میاں ظہیر جو شفیع کے سب سے بڑے دوست تھے آج ان کے پہلو میں نہیں نظر آئے مگر کیسے وہ تو بیچارہ باغ میں لیٹا ہوا موت کے آغوش میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھوکوں سے مزے اٹھا رہا ہے واہ خدا کی بھی کیا قدرت ہے۔ ؎

ایک سے ایک کو دلاتا ہے
تب تو یہ راق وہ کھاتا ہے

غرضکہ تھوڑی دیر کے بعد قاضی صاحب تشریف لائے اور رسم نکاح بھی ادا ہو گئی اس کے بعد سب لوگ سو گئے میاں شفیع آج بڑے خوش نظر آتے ہیں شاید اپنی معشوقہ کے پانے کی خوشی ہے۔ مگر کیا ظہیر کے سے دوست کا رنج اسے دو ہی دن میں بھول گیا۔ تو یا منھ دیکھنے ہی کی دوستی تھی مرنے کے بعد سے کبھی اس کی لاش پر بھی نہ گیا جہاں کہ حسرت برس رہی ہے سچ ہے زندگی میں اور ایسے وقت میں سب ساتھ دیتے ہیں مگر مرنے کے بعد یا ایسے وقت میں کوئی بھی نہیں پوچھتا مگر شفیع جی سے ایسی امید نہ تھی۔

صبح کو کھانے وغیرہ سے فرصت ہو کر بارات رخصت ہو گئی جو کچھ ہو سکا رؤف کی ماں نے جہیز میں دیا۔ اس کے بعد بارات شہر کی ایک آدھ سڑکوں پر سے گھومتی ہوئی شفیع کے گھر آ گئی۔ شفیع کے گھر والوں کی خوشی کا کیا کہنا۔ باپ کی لاکھ مخالفت، شفیع کی ڈانٹ پھٹکار پر بھی عورتیں اندر گا گا کر دھوم مچائے ہوئے ہیں غرض خرافات اسے ہر جگہ آج ایک کہرام مچا ہوا ہے تمام سب لوگ ٹھہرے ہیں ... رو رہے ہیں۔

یہ دنیا دورنگی مکارا سرا ہے
کہیں خوب خوبان کہیں ہائے ہائے

ادہر تو بارات رخصت ہوکر شفیع کے گھر پہونچی ادہر حسینہ کی ماں رونے پیٹنے لگی کیونکہ یہ رسم ہر ایک قوم مین ہوتی ہے کہ لڑکی کی رخصت کرتے وقت اس کے گھر والے سب نالہ و بکا کرنے لگتے ہین۔ابھی بیچاری کی رونے سے ہی فرصت نہ پائی تھی کہ تھوڑا سا پانی رؤف سے پینے کے لیے مانگا رؤف نے فوراً وہی زہر ملا کر اسے دیدیا۔

بیچاری کیا جانتی تھی کہ وہ جان سے زیادہ پیار کرتی ہے وہی اس کی جان لینے پر آمادہ ہے۔پانی پیتے کے ساتھ ہی اس کی حالت خراب ہونے لگی۔اس نے رؤف سے کہا کہ بیٹا یہ کیسا پانی تھا کہ میرا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے کیا تو نے اسمین زہر تو نہین ملا دیا۔ضرور ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اس کے بعد اسے خون کی ایک قے ہوئی اور جو عورتین وہان تھین یہ ماجرا دیکھکر دوڑین اور علاج کی فکرین کرنے لگین مگر وہان کیا تھا زہر اپنا اثر کر چکا تھا۔رؤف کی ماں نے پھر کہا کہ بیٹا افسوس تو مجھے مار کے کیا پاے گا یہ جائداد تو تیری ہی تھی اب بھی تیری ہی ہوگی آہ مین نے اتنے دن تجھے پالا پوسا پڑھایا لکھایا تو نے اس کا بھی خیال نہ کیا۔تو کس کے بھڑکانے مین آگیا آہ مین نے تمکو کیا تکلیف پہونچائی تھی ابھی تو تمہاری کمائی بھی نہین کھائی تھی پھر یہ تجکو کیا سوجھی۔

(دھیری آواز سے) مگر تو نے بڑا اچھا کیا کہ حسینہ کی شادی کے بعد میرا خاتمہ کیا اگر تو یہ حرکت اس سے قبل کرتا تو بیشک مجھے بڑا افسوس ہوتا۔جا جا میرے سامنے سے یہ منحوس صورت لیجا۔اور میری پیاری بیٹی حسینہ کو بلوادے اور کہدے کہ تیری ماں ہمیشہ کے لیے سفر آخرت کر رہی ہے آ دیکھ لے ورنہ پھر اس طرح یہ دیدار ہو جانے کے بعد کچھ نہ ہوگا۔جلدی کر او نا خلف اولاد جلدی کر اور مجھے حسینہ کی صورت دکھا دے ورنہ ایسا نہ ہو کہ مرجاؤن اور یہ آرزو دل ہی دل مین رہجائے آہ آہ رؤف تو بڑا ظالم

اتنا کہنے کے بعد اس کا دم اکھڑ کنے لگا۔
رؤف بھی یہ سین دیکھنے کا تحمل نہ ہوا اور باہر چلا گیا اور سوچنے لگا کہ مین نے ناحق اپنی ماں کو زہر دیا بھلا کوئی ایسا بھی کرتا ہے۔
لیکن نہین کیا مہ پارہ کی ماں۔ ماں نہین اس نے بھی تو اپنی ماں کو زہر دیدیا ہوگا۔ پھر اگر مین ایسا نہ کرتا تو مہ پارہ کی ملاقات ہونے کا کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہین تھا۔ اسواسطے جانے دو اس خیال خام کو رؤف اپنے دل سے جانے دو۔ آخر ایک روز مرتی ہی۔ کل نہین تو آج ہی چھٹی مل گئی ہر کام دنیا مین فائدہ ہی کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ وہ کام ہی بیکار ہے جسمین فائدہ کے بجاے نقصان ہو۔ ابھی اسکے مرجانے سے میرا بڑا فائدہ ہوگا اگر بعد کو مرتی تو میرے لیے بیکار تھا اس کے بعد رؤف یونہین جنون کی حالت مین بڑبڑاتا رہا۔
ناظرین غور کیجئے اس سے زیادہ اور رنڈی بازون کے لیے کیا نصیحت ہوسکتی ہے۔ طوائف کی چکنی چپڑی باتین انسان کی عقل کو گمراہ کر دیتی ہین کیا رؤف ایسا بیوقوف تھا جو اپنی ماں کو زہر دیدیتا نہین ہرگز نہین بلکہ مہ پارہ کی محبت نے اسے ازخود رفتہ کر دیا تھا۔ وہ جو نہ کر بیٹھتا کم تھا غرضکہ یہ خبر تشفیع کے بھی کان مین پہونچی اسے یقین ہی نہ تھا دوڑتا ہوا رؤف کے گھر گیا وہان جو عالم تھا اسے دیکھتے ہی تشفیع کے حواس گم ہوگئے۔
رؤف کی ماں کا دم نکل چکا تھا اس کی لاش پر حسرت و یاس کا عالم برس رہا تھا معلوم ہوتا ہے کہ مرتے وقت اس نے رؤف کی تو پروا نہ کی مگر حسینہ کا خیال مرتے وقت ضرور اسکے پیش نظر رہا اور اسی کو دیکھنے کے لیے ابھی تک اسکی آنکھین کھلی ہوئی ہین الغرض تجہیز و تکفین کے بعد سب سامان فراہم کیا گیا اور شام تک وہی رؤف کی ماں جو کل تک ایک عالیشان عمارت مین بیٹھی ہوئی شادی کی خوشیان منا رہی تھی ایک بیکسی کی حالت مین سیکڑوں من مٹی کے نیچے چھپا دی گئی۔ کوئی پوچھتا بھی نہین کہ تم کو۔
تشفیع اور حسینہ دونون کو اس کے مرنے کا بڑا افسوس تھا اور اصلیت مین

ان کے سوا اور کسے ہوتا۔ رؤف اس قابل ہی نہ تھا ماں کے مرنے کے بعد وہ سیدھا مہ پارہ کے کوٹھے پر پہونچا اس کی میت مین بھی نہ شریک ہوا۔ وہان مہ پارہ سیٹھ جی کی صحبت سے مزے اٹھا رہی تھین رؤف کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھی اور سلام کر کے کہا کہئے سب کام پورا ہو گیا۔

رؤف۔ ہان پورا تو ہو گیا۔ غالباً تم نے بھی اپنا کام پورا کر دیا ہو گا۔

(اس اتنا مین سیٹھ جی اٹھکر چل دیئے)

مہ پارہ۔ کیا بتاؤن بڑا غضب ہو گیا۔ تم نے تو خبر ہی نہ لی۔ یہان تو جان آفت مین پڑ گئی۔

رؤف۔ کیون خیر تو ہے۔ آخر ہوا کیا۔

مہ پارہ۔ ارے امان نے مجھے زہر ملاتے ہوے دیکھ لیا۔ اور کہا کہ او حرامزادی کیا تجھے میرا جینا دوبھر ہے۔ بس اب کیا کرتی چپ ہو گئی۔ اس دن سے آج تک میرے ہاتھ کی کوئی چیز بھی نہین کھائی۔ بس اب مجھے اپنے گھر لے چلو مین یہان ایک منٹ بھی نہین رہ سکتی اس بڑھیا کو کچھ ماہواری دیدیا کرنا کہ جس مین یہ بھی اپنا پیٹ پال سکے۔

رؤف۔ اچھی بات ہے۔ تم آج ہی چلو۔ مگر ہان یہ سیٹھ جی کیون یہان جمے ہوے تھے۔

مہ پارہ۔ اپنے یہان مجرا کرانے کہتے تھے۔ وہ چار سو دیتے تھے اور مین پانچ سو مانگتی تھی آخر کو چلے گئے۔

اتنے مین بڑی بی آ گئین اور نیلی پیلی آنکھین نکال کر بولین جا کمبخت میرے گھر سے دور ہو۔

رؤف۔ اچھا تو کیا حرج ہے۔ چلو چلو تم ہمارے گھر چلو۔

بڑی بی۔ ہان ہان لے جاؤ مین ایسی بیسوا کو اپنے گھر مین رکھنا نہین چاہتی اُف کیا دنیا کا خون سفید ہو گیا۔ اپنی ہی اولاد زہر دینا چاہتی تھی

یہ کہکر رؤف باہر گیا اور کرایہ کی فٹن لے آیا۔ اور مہ پارہ کو بٹھال کر گھر کا راستہ لیا یہان تیجہ وغیرہ مٹی دینے کے بعد آ کر بیٹھے ہی تھے کہ رؤف

میاں رنڈی کو لیکر پہونچ گئے شفیع وغیرہ نے بہت کچھ لعنت ملامت کی لیکن بالکل بے سود ثابت ہوئی۔ رؤف تو اب گھر کے مالک آپ ہی تھے کس کی سننے والے تھے۔ دو ہی تین روز خیر سے گذرے تھے کہ ایک دن مہ پارہ نے کہا یہ سب جائداد تم ہمارے نام لکھدو۔ ہمیں ڈر ہے کہ تم کسی اور کے ساتھ شادی نہ کرلو تو پھر میں کہیں کی نہ رہوں۔

رؤف۔ پیاری مہ پارہ تم یہ کیا خیال کرتی ہو۔ تمہارے لیے میں نے اپنی ماں تک کو مار ڈالا۔ بھلا اب تم کو عمر بھر چھوڑ سکتا ہوں۔

مہ پارہ۔ یہ کچھ ٹھیک ہے۔ مگر مرد بڑے بے وفا ہوتے ہیں۔ ہمیں تمہارا اعتبار نہیں۔ غرضکہ مہ پارہ نے بہت ضد کی اور رؤف سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑا مارے محبت کے سارا تعلقہ اٹھا کر اس کے نام لکھدیا۔

ادہر سیٹھ جی جو آئے تو مہ پارہ کا پتہ نہیں بڑی بی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کسی راجہ کے ہاں مجرا میں گئیں ہیں۔ کئی دن تک سیٹھ جی برابر تقاضا لگاتے رہے مگر آخرکار سمجھ گئے اور لوگوں سے بھی سنا کہ وہ رؤف کے گھر بیٹھ گئی ہے یہ دیکھکر سیٹھ جی نے تو ساڑھے چھبیس ہزار روپیہ برباد کرکے رنڈی بازی سے توبہ کر لی۔ ادہر مہ پارہ نے جو ایک دن موقعہ پایا تو رؤف کے گھر سے اٹھکر سیدھی اپنے گھر چلی آئی۔ رؤف صاحب جو آئے مہ پارہ کو نہ پایا سیدھے بڑی بی کے پاس پہونچے۔ بڑی بی نے دور ہی سے دھتکارا اور کہا کہ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں میری لڑکی کو سکھا کر تم ہی نے اس سے زہر دلوانے کی کوشش کی تھی رؤف بیچارہ شرم کا مارا غصہ میں بھرا ہوا گھر پلٹ آیا۔ اور خاموش ہو کر بیٹھ رہا بیچارہ کیا کرتا ساری جائداد میں سے صرف وہ مکان جس میں رہتا باقی رہ گیا تھا۔ اس کو بھی لڈن نے اس پچاس ہزار روپیہ کے عوض جسکی کہ رسید رؤف نے اسے دیدی تھی فروخت کر ڈالا۔ ایک رہنے کا سہارا باقی رہ گیا تھا وہ بھی جاتا رہا غریب رؤف روتا پیٹتا شفیع کے گھر پہونچا۔ بھائی کی محبت بڑی ہوتی ہے حسینہ نے دوڑ کر رؤف کو گلے سے لگا لیا اور کہا کہ بھائی جان آپ کچھ افسوس

تو کیجئے یہ بھی آپ کا گھر ہے۔

رؤف۔ بہن حسینہ تم ٹھیک کہتی ہو مگر مجھ سے یہ بے شرمی کہ بہنوئی کے ٹکڑون پر رہون نہ اٹھائی جاوے گی۔

شفیع۔ پیارے رؤف کیا اس حوالات کے بند ہونے اور زندگی کے یہان سے نکالے جانے سے زیادہ بے شرمی ہے۔ گر ایسی ہی شرم ہوتی تو تم اپنی مان کو زہر ہی کیون دیتے۔ ذرا سوچو تو کہ کسی نے بھی دنیا مین یہ کام کیا ہے۔ مگر دیکھو اب بھی کچھ نہین گیا ہے۔ تم آرام سے اپنی زندگی یہان بسر کرو۔ افسوس کیا تمھین ظہیر کی وہ نصیحتین یاد نہین جو اسنے کی تھین

رؤف۔ جی ہان یاد ہین۔ افسوس وہ مر گیا۔ اب مین نے جانا کہ بیشک وہ میرا سچا دوست تھا۔ مین نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اسکی باتون کو نہ مانا۔ ورنہ آج کو یہ دن نہ ہوتا۔ بس شفیع اب ذرا تم مجکو ظہیر کی لاش پر لے چلو۔ اگر مین نے زندگی مین اس کا کہنا نہ مانا تو مرنے کے بعد ہی معافی مانگ لون۔ اب میرا زندہ رہنا بیکار ہے۔

شفیع۔ جان دینے سے کیا حاصل۔ گنہگار مروگے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ اب خدا سے توبہ اور استغفار کرو۔

رؤف۔ نہین وہ ایسے نہین ہین کہ معاف ہوسکین۔ وہ بالکل غیر قابل عفو ہین۔ ہائے مین نے کیا کیا۔ اپنی مان کو زہر دیدیا۔ وہ مجھے کتنی محبت کرتی تھین۔ ہائے قیامت کے دن تمام فرشتے اور ملائکہ میری طرف نفرت اور حقارت سے دیکھتے ہونگے وہ معشوق حقیقی اپنے قہر و غضب مین آکر بے گناہ مان کے خون کا بدلہ مجھ سے ضرور لے گا۔ ہائے مین کیسا [illegible] ہون۔ اے اللہ معاف کر اپنے کمینے۔ ظالم۔ اور بے شرم بندے کو [illegible] یہ کہکر اس کی آنکھون سے اشکون کی بارش ہونے لگی۔ شفیع نے ہرچند اس کو تسلی دی۔ لیکن رؤف کا رنج و غصہ بڑھتا ہی گیا۔ اسنے خیال کیا کہ بہن کے شوہر کے ساتھ [illegible] مگر اسنے گوارہ نہ [illegible] جیسے پتا دھوکا کیا [illegible] انتقام لیا [illegible] ہرگز نہین [illegible] پڑھا لکھا تھا اور سب کچھ

جانتا تھا۔ مگر میں نے خود ہی غلطی کی۔ ورنہ ہرگز ایسا ذلیل وخوار نہ ہوتا۔ لیکن یہ بھی قسام ازل نے روز اول سے میرے قسمت میں لکھدیا تھا۔

آج ظہیر کو مرے پورے آٹھ یوم ہوئے۔ شفیع کو بہت تعجلت ہے۔ علی الصباح ضروریات سے فارغ ہوکر کپڑے پہن کر بیٹھ گیا اور رؤف سے کہا۔ چلو تمہیں ظہیر سے ملالائیں

رؤف۔ کیا تم اب مجھے بالکل ہی بیوقوف خیال کرتے ہو۔ جو ایک مرے ہوئے آدمی سے ملاقات کرنے کو کہتے ہو۔

شفیع۔ (بات بناکر) وہ تو مرگیا مگر اس کی لاش تو ابھی تک رکھی ہے تم اس سے باتیں کرسکتے ہو وہ صرف تمہارے سوالوں کا جواب دے گا۔ تم یہ خیال کرلینا کہ ایک دوست ناراض ہوگیا ہے اور نہیں بولتا۔ اچھا تو اٹھو دیر نہ کرو۔

اس کے بعد دونوں اس باغ کی طرف روانہ ہوئے جہاں ظہیر کی لاش رکھی تھی۔

تیئسواں باب

نتیجہ بد کا بد نیکی کا نیک انجام ہوتا ہے

انجام

اس عالم بے ثبات میں کسی کو بھی بقا نہیں۔ جس نے کنار مادر دیکھی ہے اسکو آغوش لحد بھی دیکھنا ضرور ہوگا جسکے سر پر آج شادی کا سہرا چڑھایا جا رہا ہے۔ کل اس کی قبر پر نوحہ گری ہوگی۔ بڑے بڑے طاقتور اور قوی جن کا سکہ جما ہوا تھا۔ جن کے ڈنکوں سے زمین آسمان گونج جاتے تھے جن کے رعب وجلال کے سامنے شیر تھرا جاتے تھے۔ آج قبر میں خاموش اور کس بے بسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی خوابگاہیں ویرانہ میں

خاک مین مل گئین۔ انکے اجسام غذا سے مور و مار ہو گئے ان کی ثروت اور شوکت جو ان کو ودیعت کی گئی تھی ان سے ہمیشہ کے لیے چھین لی گئی دارا و جمشید و خاقان اور سکندر جیسے اولالعزم اور صاحب صولت جاجاکر زیر خاک مقیم ہو گئے۔ اور اپنا نام متاخرین کو عبرت دینے کیلئے چھوڑ گئے۔ ہم دیکھتے ہی کہ ابھی ظہیر کو مرے ہوے کتنا وقت گذرا۔ آج آٹھوان روز ہے اس کا باپ آج چادر بدلنے کے لیے جاوے گا۔ ہم کو بھی جاکر دیکھنا چاہئے کہ کیا ہوتا ہے۔ شفیع کا باغ نہایت پرفضا مقام پر واقع ہے باغ کے چہار جانب مزروعہ زمین پڑی ہوئی ہین اس پھلواری مین انار انگور شریفہ وبہی اور اناناس کی پیڑ کثرت سے ہین۔ جو قطارون مین ترتیب دیئے گئے ہین۔ جابجا گل سوسن اور چنبیلی کے پودے اپنی خوشبو دماغون کو معطر کرتے ہین۔ سرخ روشین ایسی دلکش اور طرب افزا بنائی گئین ہین کہ آدمی دیکھکر محو حیرت ہو جاتا ہے کئی ایک مالی اس کی نگہداشت کے ساتھ مقرر ہین۔ وسط باغ مین ایک خوبصورت اور دلکش عمارت بنی ہوئی ہے اس مین ایک بڑا ہال ہے اور اس کے چارون طرف برآمدہ بنا ہوا ہے جس مین کچھ کرسیان اور دو ایک میزین پڑی رہتی ہین اس برآمدہ مین گلزار بیٹھا ہوا اونگ رہا ہے۔ کبھی کبھی چونک کر ادہر ادہر دیکھنے لگتا ہے کبھی اپنی اٹھتی ہوئی چلم مین سلفہ رکھکر دم کشی کرنے لگتا ہے ابھی ہم باغ کی سیر ہی کر رہے تھے کہ دو اشخاص مشرقی سمت سے آتے ہوے دکھائی پڑے۔ مگر یہ کون ہین اور کیون آئے ہین خیر انھین آنے دو ارے یہ تو یوسف علی اور اصغر علی ہین۔ اچھا اس دن ہوٹل مین اصغر علی نے کہا تھا کہ اس مقبرہ مین چلین گے۔ ظہیر کی لاش رکھی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسی کو دیکھنے آئے ہین۔ یہ اصغر علی گلزار سے کیا کہہ رہے ہین۔

اصغر علی۔ کیون یار کیا ہم اس مقبرہ مین جا سکتے ہین۔

گلزار۔ (غور سے دیکھکر) کیون کیا کام ہے۔

یوسف علی - کچھ نہیں - ایسے ہی ظہیر کی لاش دیکھنے آئے ہیں - ہم نے انکا قصہ اخبار میں پڑھا تھا -

اصغر - اور وہ ہمارے دوست بھی تھے - شاید تم بھی ہمیں پہچانتے ہوگے

گلزار - ہاں - دیکھا تو ہے کہیں - مگر یہاں تو میں حال میں نوکر ہوا ہوں -

اصغر - بھرائی ہوئی آواز میں! اچھا تو یار پھر ہمکو جانے دو -

گلزار - اچھا ہاں چلے جایئے -

اس کے بعد دونوں اندر داخل ہوتے ہیں - لاش ہنوز سالم ہے اصغر نے ہاتھ سے منھ پر چادر سرکائی نہ معلوم کیا بات پائی کہ فوراً زمین پر گر پڑا یوسف گھبرا گیا مگر تھوڑا سا پانی گلزار سے لیکر اس کے منھ پر چھڑکا اور اپنے کرتے کے دامن سے اسکے منھ پر ہوا دینے لگا تب اصغر ہوش میں آیا اور ایک آہ سرد بھر کر اٹھ کھڑا ہوا - اور کہا - ہائے ظہیر تو میرے سامنے مر گیا - تو میرا زندہ رہنا بیسود ہے - سارا افسوس یہ ہے کہ تم سے دو چار باتیں بھی نہ کر سکی نہیں معلوم وہ کون دن تھا جس دن تجھ سے رخصت ہوئی تھی - بولو کیا تم مجھ سے خفا ہو گئے - کیوں سنتے کیوں نہیں - کیا اب تم کبھی نہ بولو گے اچھا تو لو میں بھی اپنا حق ادا کرتی ہوں - تم ظہیر میرے [illegible] کچھ نہیں باقی رہ گیا ہے - حسرت یہ ہے کہ دنیا ادھوری رہ گئی [illegible] میرے پیارے آپ اس کو قبول کرو -

سپہ بھر فنا میں جیلہ یار ہے لائق بجل نی
کہ جو کی مچھلیاں ہیں جوہر شمشیر قاتل کی

اتنا کہکر اپنی جیب سے چاقو نکالا اور اسے سینے کے پار کر لیا اور ظہیر کے بغل میں جا کر گر پڑی - اب اسکی دستار سر سے گر پڑی اور لمبے لمبے سیاہ بال نظر آنے لگے یوسف یہ ماجرا دیکھ کر بہت گھبرایا -

اور اصغر کو عورت پایا کر اسے کہا کہ پیارے یہ کیا بات - تم عورت تھیں کیا تم نے اسی دن سے [illegible] کہا تھا [illegible] خیمہ میں تمکو پہچان گئی تھی کہ تم سلیم ہی ہو [illegible] ان سے نہ کہا - بلکہ یہ دیکھنا

چاہتی تھی کہ تم کیا کرتے ہو۔ آہ تم نے جان دیدی تو میں اب رہ کر کیا کروں گی
بس لو دیکھو میں وہی زبیدہ ہوں جو تم پر عاشق تھی۔ تمہارے غائب
ہوتے ہی میں بھی اسی رات کو فرار ہو گئی اور پھر ہوٹل میں تم سے ملاقات ہوئی
اس دن سے آج تک تمہارے ساتھ رہی۔ بس یہی میرا قصہ ہے لو یہ میرے
بال۔ یہ کہکر صافہ اتار کر پھینک دیا اور وہی چاقو جو اصغر نے اپنے سینہ میں
اتار لیا تھا اپنے بھی مار لیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگی تھوڑے عرصہ کے بعد ظہیر
کو بھی اب ہوش آیا اور یہ منظر دیکھکر گھبرا گیا۔ اتنے میں گلزار بھی اندر آگیا۔
مردہ کو زندہ دیکھکر یہ لوگ بہت ششدر ہو گئے کہ یہ کیا واقعہ تھا۔ ظہیر کی
نگاہ جیسے ہی اصغر پر پڑی بے ساختہ چلا اٹھا آہ میں پیاری شمیمہ یہ تیری کیا
حالت کیا تو نے میرے لیے اپنی جان دیدی۔

شمیمہ۔ (کراہ کر) ہاں ہاں میں نے سنا کہ تم مر گئے اور یہاں آکر تمکو ویسا ہی
پایا۔ اس لیے میں نے اپنی جان دیدی۔ مگر تم زندہ کیونکر ہو گئے۔ ہائے اب
زندہ ہوئے سہ

بعد مرنے کے مری قبر پہ آئے وہ امیر
یاد آئی میرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

شمیمہ کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ گلزار کی نظر یوسف پر پڑی اور اس نے بھی
چیخ کر کہا [illegible] زبیدہ افسوس آپ نے اپنی جان کیوں دیدی مجھے پہلے ہی شناسا
ہو گیا تھا مگر میں نے خیال کیا کہ [illegible] لوگوں کے ساتھ مزہ کر رہی ہوگی۔ یہاں
کہاں ہے۔

زبیدہ۔ [illegible] نے تیرا کچھ خیال
نہ کیا۔ [illegible] پر عاشق تھی [illegible] خود ہی
کسی پر عاشق تھے [illegible] دوست تھے۔

ظہیر [illegible]

شمیمہ۔ ہائے [illegible] ظہیر کی محبت نے یہ دن
دکھایا۔

خلیل - ہائے زبیدہ اب تم مر رہی ہو - اب میں تمہارے بعد کیا کرونگا میرا تو یہ خیال تھا کہ تم آرام سے ہوگی - تمہارا کرب اور تڑپنا مجھ سے دیکھا نہین جاتا بلکہ کوئی سچا عاشق اپنی معشوق کو دم توڑنے کی حالت مین نہین دیکھ سکتا ہے - بس یہ کہکر اس چاقو نے جس نے ابھی زبیدہ کا کام تمام کیا تھا خلیل کے سینہ مین جگہ کی - خلیل زمین پر تڑپنے لگا۔

اب یہ جانگداز منظر ظہیر سے کب دیکھا جاتا - اسنے کہا - ہائے شمیمہ نے جب میرا ساتھ آخری وقت تک نہ چھوڑا اور اپنی جان میرے اوپر سے قربان کر دی تو کیا مجکو اس کے احسان کا بدلہ نہ اتارنا چاہئے - فوراً اتارنا چاہئے لو شمیمہ گھبراؤ نہین مین بھی تمھارے پاس آنے والا ہون - آ - اے چاقو آ - میری شمیمہ نے تجھکو اپنے سینہ مین جگہ دی ہے - مجھسے یہ نہین دیکھا جاتا کہ تو زمین پر پڑا رہ جائے - تو شمیمہ کا دوست ہے اس لیے میرا دوست پہلے ہوا یہ کہکر اسنے بھی اس چاقو سے خودکشی کر لی اور زمین پر تڑپنے لگا - اور کہا " پیاری شمیمہ لو میرا قصہ سن لو مین نے تمھارے خط کا جواب دیا۔

اتنے مین شفیع اور رؤف داخل ہوے اور دیکھتے ہی ان کے پیر دن کے نیچے سے زمین نکل گئی رؤف چلا اٹھا کہ اسے یہ کیا ماجرا ہو گیا کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

ادھر چارون زمین پر تڑپ رہے تھے شفیع نے دوڑ کر ظہیر کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا ظہیر نے کہا رہجائے -

ظہیر - سنو شمیمہ سنو کہین ایسا نہ ہو کہ مین مرجاؤن اور میرا قصہ ناتمام رہجائے -

شمیمہ - ہان تو پھر جلدی کہو - مجکو بھی کچھ وداعی کلمات کہنا ہین - (رؤف حیرت مین سب کا منھ تک رہا ہے)

ظہیر - شمیمہ جب تم نے میرے خط کا جواب نہ دیا تو میری طبیعت بہت گھبرائی مگر کیا کرتا مجبور تھا صبر کر لیا - ایک دن میرے باپ نے شادی کی بابت مجھسے دریافت کیا مین نے صاف صاف کہدیا کہ سوائے شمیمہ کے دنیا مین کوئی

دوسرا نہیں جو میری بیوی بن سکے آبا کو یہ سنکر بڑا ناگوار گزرا اور مجھے ڈانٹ کر کہا کہ میں ہرگز تیری شادی اس کے ساتھ نہ کروں گا۔ یہ سنکر میں فاموش باہر چلا آیا (کراہ کر) آہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد انھوں نے میری شادی ان کی (رؤف کی طرف اشارہ کرکے) بہن حسینہ کے ساتھ طے کر دی۔ یہاں تک کہ ان بھی درست ہوگیا صرف ۳ دن نکاح کو باقی رہ گئے ہائے کیا بتاؤں مشکل یہ تھی کہ شفیع جو ہمارے پاس بیٹھے ہیں حسینہ پر عاشق تھے۔ انھوں نے کہا کہ اگر حسینہ تمھارے ساتھ بیاہ دی گئی تو میں ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ (دھیمی آواز میں) میں نے کہا کہ بھلا یہ کب ممکن ہے کہ میں تمھاری منظور نظر کے ساتھ اپنی شادی کر لوں۔ دوسرے اگر شمیمہ حسن اتفاق سے کبھی مل گئی تو میں اسے کیا جواب دوں گا۔ کیونکہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ کسی دوسرے سے شادی نہ کروں گا۔ بس میں نے خیال کیا کہ میرا جان دیدینا دونوں باتوں کے لیے کافی ہوگا ادہر تو تمکو کچھ شکایت نہ رہے گی اور ادہر شفیع کی شادی حسینہ کے ساتھ ہو جائے گی۔ مگر پھر یہ خیال آیا کہ تو میرے بعد کیا کرے گی شفیع نے بڑی کوششوں سے ایک ایسا زہر (کراہ کر) بہم پہونچایا جسکا اثر کر ۸ دن کے بعد زائل ہوتا ہے ہملوگوں نے کہا کہ بس اسی کو کھا لیں تو ٹھیک ہے مگر پھر یہ دقت ہوئی کہ اگر دفن کر دیئے گئے تو معاملہ ٹھیک نہ ہوگا۔ اسکی گڑبڑ ہٹانے کے لیے میں نے اپنے باپ سے ایک فرضی خواب بیان کیا۔ کہ رات کو مجھے ایک بزرگ نے خواب میں بشارت کی جب میں مرجاؤں تو بجائے دفن کرنے کے کسی جگہ رکھدیا جاؤں میں نے باپ سے یہ بھی کہا کہ ان بزرگ نے کہا تھا کہ اگر تمھارے باپ نے ایسا نہ کیا تو اسے سخت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا غرضکہ اس کے دوسرے دن میں نے وہی زہر کھا لیا اور آج شاید آٹھ روز ہوگئے ورنہ کیسے زندہ ہوتا۔

اس کے بعد اس کا گلا خشک ہوگیا اور اسنے دھیرے سے پانی پینے کے لیے مانگا اور رؤف نے تھوڑا پانی لاکر پلایا (اس) کے بعد پھر ظہیر بولا۔

"مگر افسوس شمیمہ تو نے اپنی جان مفت ہی دی خیر ہوگا جو قسمت میں تھا

ہو گیا سہ

سفینہ جبکہ کنارے پر لگا غالب
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہئے

کہو پیارے دوست شفیع تمہاری مرادیں بر آئیں یا نہیں؟"
اتنا کہنے کے بعد ظہیر کی آواز بالکل کمزور ہو گئی اور شمیمہ سے اشاروں میں کہا کہ اپنا بھی حال بیان کرو۔

شفیع۔ دوست گو میری جو آرزو تھی پوری ہو گئی مگر لعنت ہے ایسے پورے ہونے پر جو تم ایسے دوست کو کھو کر میں نے حسینہ کو حاصل ہی کیا تو کیا سہ

ہے بہت اچھی وہی شے جو بہت کمیاب ہو
تو فقط دل ہی میں ہے اور جان ہے جسم میں

ظہیر۔ نہیں دوست اچھا ہوا میں بہت خوش ہوں۔ ہاں شمیمہ دیر نہ کرو تم کو بھی جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالو ذرا تکلیف بڑھی ہے۔

شمیمہ (زینت کا پیر ... پلنگ کی پٹی سے لپٹ گئی) ظہیر پیارے ظہیر اگر تم نے زندگی میں اپنے سینے سے مجھے نہیں لگایا تو اب بھی لپٹا لو تاکہ یہ حسرت جو مہینوں سے ہے آرزو تک دل سے نکل جائے۔ لو سنو میرا حال بھی کچھ تمہارے حال سے کم نہیں۔ میں نے تمہارا انتظار [illegible] لکھا تھا کہ تم نے شادی کے بعد [illegible]

[illegible]

یہاں کا آنا کچھ دن کے لیے ملتوی کر دیا مختصراً قصہ یہ کہ آصف خان کی ایک لڑکی تھی جس کا نام زبیدہ تھا اور وہ دیکھئے آپ کے سامنے پڑی تڑپ رہی ہے یہ مجھ پر عاشق تھی۔ آصف خان نے اس بات کی کوشش کی کہ میری شادی زبیدہ کے ساتھ کر دے میں اسے ایک عورت ہوتے ہوئے کیونکر منظور کر سکتی تھی اسلیے انکار کر دیا مگر آصف خان نے مجھے شادی کرنے پر مجبور کیا تو مجھے بھی انکار کرتے کرتے نہ بن پڑا۔ بڑی مشکل یہ تھی یہ میاں خلیل جو زبیدہ کے پاس ہی رہتے ہیں عرصہ سے اس پر عاشق تھے میں نے لاکھ کوشش کی کہ ان دونوں کی شادی ہو جائے مگر یہ تو ان کی تقدیر ہی میں نہیں لکھا تھا زبیدہ نے ان کی بالکل پرواہ ہی نہ کی میں نے خلیل سے وعدہ کیا تھا کہ ہرگز تمھاری معشوقہ کے ساتھ شادی نہ کروں گا مگر یہ بیچارے اسی دن جس دن کہ میرا نکاح زبیدہ کے ساتھ ہونیوالا تھا۔ وہاں سے بھاگ آئے۔

(اب زبیدہ کی آواز بہت گھبرانے لگی) اور شاید یہاں آکر آپ کے یہاں نوکر ہو گئے غرضکہ میں بھی شام کے بعد وہاں سے بھاگ کر کانپور چلی آئی یہاں میں نے اپنا فیشن بدل دیا اور نام بھی سلیم کے بجائے اصغر علی رکھا۔

دوسرے روز زبیدہ بھی مردانہ فیشن میں وہیں آ گئیں۔ کل میں نے ایک اخبار میں آپ کا قصہ پڑھا۔ اسوقت سے جو دل کی حالت تھی کیا بتاؤں رات کو لاکھ لاکھ کروٹیں بدلیں مگر نیند کسے آتی شب بھر کروٹیں بدلا کی اور اسوقت یہاں آئی۔ مگر افسوس اگر تھوڑی دیر پہلے آتی تو یہ جانیں مفت میں کیوں ضائع ہوتیں اور یقین تھا کہ آپ کے باپ اب ہماری آپ کی شادی بھی ضرور کر دیتے۔ مگر۔۔۔ افسوس (یہ کہکر شمیمہ چپ ہو رہی)۔

شفیع۔ دوستو قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے خدا کے لیے مجھے مرتے وقت معاف کرو میری وجہ سے تمھاری اور تمھاری معشوقہ شمیمہ و زبیدہ کی جانیں تلف ہوتی ہیں میں اپنی جان دے دیتا مگر اس حسینہ کا خیال آتا ہے جو ان سب واقعات کی باعث ہے۔ اگر میں بھی مر گیا آہ! ہائے [illegible] افسوس (یہ کہکر بیہوش ہو کر گر پڑا اور رؤف بھی رویا) - [illegible] آواز میں بولا - [illegible]

ذرا اپنے اس نافرمان دوست کا ماجرا بھی سن لو۔ شاید یہ بھی تمھارے ہی ساتھ
اس دنیائے دون سے سفر کر جائے۔

ظہیر۔ (بالکل مدھم آواز میں) کہو۔۔۔ کہو۔ میرے۔ دو۔ رست۔ کیا۔۔
ہو۔۔ا۔

رؤف۔ میرے سچے دوست جو تم نے کہا وہی ہوا۔ لیکن میں بھی قصہ اسی طرح
سناؤں گا جس طرح کہ تم لوگوں نے کہا ہے۔

یہ کہکر رؤف نے اسی چاقو کی طرف ہاتھ بڑھایا جو ہم کو گھائل کر کے زمین
میں پڑا ہوا تھا۔ شفیع یہ دیکھکر پکڑنے دوڑا مگر اب کیا ہوتا ہے رؤف کا ہاتھ
چاقو کے دستہ پر اور اسکا پھل دل کے اندر تھا۔ رؤف بھی بسمل کی طرح گر پڑا اور
کہا۔

رؤف۔ سن لو دوستو ان سن لو تم لوگ بڑے قسمت ور ہو اور بڑی ہی اچھی
موت مر رہے ہو لیکن میں ایک ایسا سیاہ کار ہوں کہ شاید دنیا میں میرا ثانی نہ ہوا
ہے نہ ہوگا ہائے میں نے رنڈی بازی کے بدولت اپنی ساری دولت و جائداد
کھوئی۔ اور ظہیر آخر کو تمھارے کہنے کے متعلق اپنی بھی جان دینی پڑی۔ آہ
آہ اس مہ پارہ نے مجھے ایسے ایسے دھوکے دیئے (گمراہ کر) کہ میری ماں تک کو میرے
ہی ہاتھ سے بے فائدہ زہر دلوادیا اور آخر میں مجھے بھی مار کر نکال دیا۔ اُف
میری ماں کی موت مجھے ابھی تک یاد ہے وہ دیکھو وہ دیکھو سامنے کھڑی ہوئی کچھ
کہہ رہی ہے۔ ہائیں کیا کہہ رہی ہے۔ کہہ رہی ہے کہ تو نے میری بیٹی حسینہ کو آخر
وقت مجھسے نہیں ملایا جا قیامت کے روز دیکھا جائے گا۔ اتنا بکنے کے بعد
رؤف بالکل مردہ کی مانند ہوگیا شفیع نے اٹھکر تھوڑا پانی اسے بھی پلایا تو
رؤف پھر بولا۔

رؤف۔ ہاں اچھی شمیمہ مرتے وقت تم بھی اس بدکار کے گناہوں کو اپنے پیارے
ظہیر کے صدقے میں معاف کر دو اف میں نے تمھاری بھی عزت لینے کی کوشش
کی تھی۔ خدا شفیع کو تا قیامت زندہ رکھے کہ ان کی وجہ سے بچ گئی ظہیر تم بھی
اگر نہ بول سکو تو اشاروں ہی اشاروں میں میری سیاہ کاریوں کو معاف کردو

جو مین نے تمہارے ساتھ کین۔
شمیمہ۔ رؤف مین نے مجھے معا۔۔۔ف ۔۔۔ کیا ۔۔۔ میرا ۔۔۔ خدا وند بھی ۔۔ معاف ۔۔ کرد ے گا
ظہیر نے بھی آنکھوں کے اشارے سے رؤف کو تسلی دی شفیع دوڑتا ہوا گھر چلا گیا تاکہ ظہیر کے باپ کو بلالا ئے۔
کچھ دیر کے لیے اس مقبرہ نما مکان مین ایک سناٹا چھا گیا۔ اتنے مین شفیع ظہیر کے باپ کو یہان بلالایا سب کے دم ہونٹون پر تھے۔ ایک طرف ظہیر و شمیمہ آخرت کی تکلیفون کا مزا لے رہے تھے دوسری طرف خلیل زبیدہ سے اشارون مین اسکی بے وفائی کا گلہ کر رہا تھا زبیدہ بھی پشیمان تھی کہ اسنے خلیل کا ذرا بھی خیال نہ کیا تیسری طرف رؤف الگ ہچکیان لیلیکر اپنی مان کی موت اور مہ پارہ کی بیوفائیون کو یاد کر رہا تھا وحیدالدین جسوقت یہان پہونچا یہ قصہ اس کی آنکھون مین طلسم کا سمان ہورہا تھا آخرکار شفیع نے سمجھایا کہ یہ وہی شمیمہ ہے جسکے لیے ظہیر نے اپنی جان دیدی مگر آپ کو انکی شادی کرنا منظور نہ ہوئی دیکھیے طرفین کی نارضامندی پر زبردستی شادی کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا۔ آپ ہی انصاف کیجئے کہ انکین کیسی محبت تھی کیا شمیمہ خوبصورت نہین ہے لیکن اب ہونے نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ آخر وقت ذرا ان عشق کے تشنہ کامون کی حلق مین تھوڑا تھوڑا پانی ہی ٹپکا دیجئے۔
وحیدالدین نے جلدی سے تھوڑا تھوڑا پانی شمیمہ و ظہیر کو پلایا شمیمہ نے مارے شرم کے اپنا منھ دوسری طرف کر لیا ادہر رؤف نے بھی ان تینون کو پانی پلایا ظہیر نے اپنے ہاتھ باپ کو لپٹانے کے لیے اٹھائے مگر ناطاقتی سے گر پڑے اب کسی کے منھ سے آواز نہ نکلتی تھی بلکہ سب کے سب جانکنی کی تکلیفون سے فرش پر مچھلی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ وحیدالدین نے روتے ہوے کہا کہ بیٹا ظہیر میرے گناہ معاف کر مین نے تیرا دل توڑا کہ شمیمہ کے ساتھ تیرا عقد نہین کیا تو خدا نے میرا بھی دل توڑ دیا یعنی تجھ سا جوان بیٹا مجھ سے بڈھے باپ کو داغ مفارقت دیئے جاتا ہے آہ افسوس اگر مین جانتا کہ تملوگون کو آپس مین اتنی محبت ہی تو ضرور تمہاری شادی کر دیتا۔ لیکن افسوس کہ اب کچھ نہین ہو سکتا۔

سب کی حالت زار دیکھکر وحیدالدین نے ڈاکٹر کو بھی نہیں بلایا کیونکہ کسی کے بچنے کی امید نہ تھی بلکہ شاید مرجانے کے بعد اور کچھ جھگڑا بڑھتا اسلیے خاموشی سے بیٹھکر رونے لگا اور کہا کہ بیٹا اگر میں نے زندگی میں تم دونوں کو جدا ہی رکھا تو اب مرتے وقت دونوں کو ملائے دیتا ہوں۔

یہ کہکر وحید نے شمیمہ کا ہاتھ ظہیر کے ہاتھ میں دیا اور کچھ پڑھنے لگا ادہر شفیع نے بھی یہی حرکت زبیدہ و خلیل کے ساتھ میں کی۔ رؤف بیچارہ تلملا تلملا کر فرش زمین پر لوٹ رہا تھا سب سے پہلے اسی کا دم فنا ہوگیا۔

ظہیر بڑی حسرت و یاس کے ساتھ شمیمہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور کچھ کہنا بھی چاہتا تھا مگر موت نے اتنی اجازت ہی نہ دی کہ کچھ کہہ سکے اس کا منھ دیکھتے دونوں کا دم ایک ساتھ نکل گیا۔ اسکے بعد اور لوگ بھی مرکر شامل ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد خلیل و زبیدہ بھی ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہی پکڑے مرگئیں۔

وحیدالدین روتا پیٹتا گھر گیا اور اپنی بیوی سے سارا ماجرا کہہ سنایا وہ بھی گریبان چاک اپنے لاڈلے بیٹے کو دیکھنے آئی ادھر شفیع نے وہ تمام قصہ بھی وحید سے کہہ سنایا جو اسے نہ معلوم تھا۔

رونے پیٹنے کا حال ہم کہاں تک لکھیں الغرض قصہ مختصر یہ کہ شام تک پانچوں کی لاشیں ترتیب سے یعنی شمیمہ ایک طرف رؤف درمیان میں اور دوسری طرف خلیل و زبیدہ کی دفن کردی گئیں۔

آہ ناظرین افسوس کا مقام ہے کہ اگر وحید شمیمہ کی شادی بالغ ہوتے ہی کر دیتا یا وحید ہی ظہیر کی شادی شمیمہ کے ساتھ کردیتا تو آج یہ نتیجہ کیوں نکلتا آپ لوگ اب بھی عبرت پکڑئیے اور بہت جلد اپنے بچوں کی شادی کر دیجئے ورنہ خدا حافظ۔

دکھا مجھے بھی عبرت کی نگاہ دو
میری سنو گے تو آپ ہی نصیحت ہوگی

تمام شد